عمرو
کی
گرفتاری

عُمرو کی گرفتاری

داستان طلِسم ہوش رُبا

حصّہ پنجم

اختر رضوی

طلسمی انڈا

شہزادہ اسد نے نمرُود جادُو کے مُقابلے پر جانے اور بہار جادُو کو چھڑالانے کے بارے میں جس عزم کا اظہار کیا، اس سے پورے دربار میں جوش و خروش کی لہر دوڑ گئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی کوئی بھی اس بات کو مناسب نہ سمجھتا تھا کہ شہزادہ اس مہم پر خُود جائے۔ سب کو ڈر تھا کہ نمرُود کی زبردست جادُوئی طاقت کے آگے شہزادے کی ایک نہ چل سکے گی۔ بہار تو خیر کیا چھوٹے گی، خُود شہزادے کی سلامتی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔

یہی وجہ تھی کہ جب مہ جبیں نے شہزادے کو منع کیا اور اِس مہم کے لیے عُمرو کو موزوں قرار دیا تو ہر شخص کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ سب پُر اُمّید نگاہوں سے عُمرو کو دیکھنے لگے، ہر ایک کا خیال تھا کہ عُمرو اِکبارگی اُٹھے

گا، مہ جبیں کا شکریہ ادا کرے گا، شہزادہ اسد کو شاباش دے گا اور سب کو سلام کر کے سیدھا نمرُود جادُو کے مقابلے کے لیے چل دے گا لیکن عُمرو کا رویّہ ہر ایک کی اُمّید کے خلاف تھا۔

شہر ناپُرساں میں لُوٹی ہوئی چیزوں کو وہ زنبیل میں ڈال کر اِس طرح دیکھے چلا جا رہا تھا جیسے اس نے کُچھ سُنا ہی نہ ہو۔ یہ بے وقعت کی شہنائی شہزادہ اسد کو پسند نہ آئی۔ اُس نے کہا۔ "دادا جان! مہ جبیں کو آپ ہی نے بادشاہ بنایا ہے۔ کیا وہ اِس قابل نہیں کہ اُس کی بات توجّہ سے سُنی جائے۔"

عُمرو نے زنبیل کو سنبھال کر بغل میں دبایا اور پھر تیوریاں چڑھا کر شہزادہ اسد سے کہا۔ "کیا مطلب؟"

"مطلب یہ ہے دادا جان!" شہزادہ اسد نے جواب دیا۔ "نمرُود جادُو ابھی آپ کے سامنے بہار جادُو کو اُٹھا لے گیا ہے۔ یہ وقت اُس کی رہائی کی فکر کرنے کا ہے یا لوٹی ہوئی چیزوں کو شمار کرنے کا؟"

"دونوں ہی کام ضروری ہیں برخوردار!" عُمرو نے کہا۔ "میں اپنے خیمے میں جا

کر مالِ غنیمت کی پڑتال کرتا ہوں۔ تُم لوگ نمرُود اور بہار کی فکر کرو۔" یہ کہہ کر عُمرو میاں تیر کی طرح دربار سے باہر نِکل گئے۔ سب لوگ ہکّا بکّا ہو کر ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگے۔

شہزادہ اسد کو سخت غصّہ آیا۔ اُس نے مہ جبیں سے کہا۔ "بس! اب آپ مجھے اجازت دیجیے۔ دادا جان نخرے میں پڑ گئے ہیں۔ انہیں راضی کرنا میرے بس میں نہیں۔ بہار جادُو کو چھُڑانے کے لیے مُجھے ہی جانا پڑے گا۔ ایک ایک پل قیمتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ نمرُود اسے لے کر چلتا بنے۔ میں روانہ ہوتا ہوں۔ خُدا حافظ۔" جوش میں آکر شہزادہ اسد باہر جانے لگتا ہے۔ مہ جبیں اُسے ہاتھ کے اِشارے سے روکتی ہے۔ وہ نہیں رکتا تو ملکہ مہ رُخ لپک کر اُس کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے۔

"خُدا کے لیے شہزادے صاحب! ضد نہ کیجیے۔ مہ رُخ نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "جان بوجھ کر مُصیبت میں پھنسنا نہ عقل مندی کی بات ہے، نہ بہادری کی۔ خواجہ عُمرو کے سوا یہ کام کسی سے نہ ہو سکے گا۔ جادُو کا توڑ صرف عیّاری ہی سے ہو سکے گا۔"

"مگر دادا جان تو راضی ہی نہیں ہوتے۔" شہزادہ اسد نے کہا۔ "پھر میں کیا کروں؟"

"آپ صبر سے کام لیجیے۔" مہ رُخ نے جواب دیا۔ "ہم اُنہیں راضی کر لیں گے، تھوڑی سی خُوشامد اور نذرانے ہی کی تو بات ہے۔" اِس پر شہزادہ اسد خاموش ہو گیا۔

مہ رُخ عُمرو کے شاگردوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "آپ لوگ خواجہ جی کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہیں۔ بتایئے اس وقت وہ کس کے کہنے سے اور کتنی رقم کے نذرانے پر راضی ہو جائیں گے؟"

دوسرے تو خاموش رہے مگر مہترِ قِران نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "ملکہ صاحبہ! اُستاد کا مزاج اِس وقت خاصا بِگڑا ہوا ہے۔ ایک لاکھ کی تھیلی سے کم پر کام نہ بنے گا۔ وہ بھی اِس شرط پر کہ آپ خُود تشریف لے جائیں۔"

مہ رُخ نے ایک لمحہ خاموش رہ کر سوچا پھر کہنے لگی: "ٹھیک ہے۔ میں رقم ساتھ لیتی ہوں لیکن بہتر ہو کہ میرے ساتھ آپ بھی چلیں۔ سب کو دیکھ کر

شاید اُنہیں جلدی رحم آجائے۔"

"یہ آپ نے بہت صحیح سوچا۔" مہتر قِران کے بیٹے جاں سوز نے جواب دیا: "ہمارے بغیر وہ آسانی سے راہ پر نہ آئیں گے لیکن ہم لوگ اگر بغیر رشوت لیے سفارش کو جا پہنچیں گے تو وہ آپ کی بات مانیں یا نہ مانیں لیکن ہم سب کو اپنی شاگردی سے ضرور خارج کر دیں گے۔ اب آپ جیسا حکم دیں ویسا ہی کریں۔"

یہ کہتے ہوئے جاں سوز نے دوسرے عیّاروں کو آنکھ ماری۔ سب اُس کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔ آخر مہ رُخ نے ان سب کو پانچ پانچ ہزار روپے دے کر راضی کر لیا۔ روپے اپنی اپنی انٹی میں دبا کے چاروں عیّار مہ رُخ کے ساتھ عُمرو کے خیمے کی طرف چل دیئے۔

عُمرو کو یقین تھا کہ کُچھ لوگ ضرور اُسے منانے کے لئے آئیں گے۔ اس نے اپنے گھُٹنے پر روئی کا گالا باندھ کر اُوپر سے اِس طرح پٹّی لپیٹی جیسے گھٹنا بُری طرح سوج گیا ہو اور پھر چارپائی پر لیٹ کر کراہنے لگا جیسے بہت تکلیف ہو رہی ہو۔

ملکہ مہ رُخ عُمرو کے شاگردوں کے ساتھ خیمے میں داخل ہوئی تو عُمرو نے اُٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے بڑی تکلیف کے ساتھ کہا۔ ”ہائے! معاف کیجیے ملکہ صاحبہ! آہ! خیمے میں آتے ہی ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ آہ گھٹنے میں سخت موچ آ گئی ہے۔ تعظیم نہیں کر سکتا۔ ہائے! کیسے زحمت کی؟“

مہ رُخ نے پریشان ہو کر عُمرو کے شاگردوں کو دیکھا۔ سب نے اشارے سے اُس کا دِل بڑھایا۔ وہ رُک رُک کر عُمرو سے بولی۔ ”خواجہ جی! نمرُود جادُو کی دیدہ دلیری سے سارے لشکر کا دِل چھوٹا ہو رہا ہے۔ یہ ایک لاکھ کی تھیلی قبول کیجیے۔ بہار جادُو کو چھڑانے کی کوئی ترکیب کیجیے زیادہ دیر لگی تو سب ہمیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ پھر یا تو ہم گرفتار ہوں گے یا مارے جائیں گے۔ خُدا کے لیے اپنے گھٹنے کو جلد ٹھیک کیجیے اور جا کے نمرُود جادو کی خبر لیجیے۔“

یہ کہہ کر مہ رُخ نے رقم کی تھیلی عُمرو کے سینے پر رکھ دی۔ عُمرو نے فوراً تھیلی کو مٹھی میں جکڑ لیا اور بات بنائے ہوئے بولا۔ ”ملکہ صاحبہ! اس کی کیا ضرورت تھی۔ میں کوئی روپے کے لالچ میں تو جادُوگروں سے نہیں لڑتا۔ خیر آپ نہیں مانتیں تو رکھے لیتا ہوں۔ گھٹنا ٹھیک ہوتے ہی نمرُود کے شکار کر

روانہ ہوتا ہوں۔ اور گھٹنا ابھی چٹکی بجاتے میں ٹھیک ہو جاتا ہے۔ بیٹا برق فرنگی!"

برق فرنگی نے آگے بڑھتے ہوئے جواب دیا۔ "جی اُستاد!"

عُمرو نے اُسے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ "وہ ورم دُور کرنے والی دُعا تمھیں یاد ہے نا؟"

"جی ہاں اُستاد!" برق فرنگی بولا۔

"اچھا تو گھٹنے پر چادر ڈال دو۔ اور دُعا پڑھو۔" عُمرو نے کہا۔ "ورم دُور ہو جائے تو پٹّی اُتار دینا۔ جلدی کرو۔"

برق پہلے ہی گھُٹنے کے ورم کا راز سمجھ چُکا تھا چادر کی اوٹ کر کے اُس نے پٹّی کھول کر رُوئی کا گالا الگ کیا۔ آنکھ بند کر کے ہونٹوں پر کُچھ بڑبڑاتا رہا۔ اور پھر روئی کے گالے کو چھُپا کر چادر اُلٹ دی۔ گھٹنا ٹھیک ٹھاک تھا۔ ملکہ مہ رُخ مطمئن ہو گئی کہ اب عُمرو صاحب فوراً روانہ ہو جائیں گے۔ اور عُمرو جانے کے لیے تیّار بھی ہو گیا تھا۔ مگر جاتے جاتے اچانک رُک کر اُس نے اپنے

شاگردوں سے سوال کیا۔ "کیا بغیر رشوت لیے ملکہ کے ساتھ چلے آئے تھے؟ سچ سچ بتاؤ کتنی رقم وصول کی ہے۔"

ملکہ مہ رُخ کے لبوں پر مُسکراہٹ دوڑ گئی۔ عیّار شاگرد گھبرا گئے کہ اُستاد اُن کا حصّہ بھی چھیننا چاہتے ہیں۔ جاں سوز نے عُمرو کو دھوکا دینے کے لیے بات بنائی۔ "اُستاد صرف پانچ ہزار روپے۔"

"بس! کُل پانچ ہزار روپے؟" عُمرو نے بُرا سا مُنہ بناتے ہوئے کہا۔ "ہنھ! اونٹ کے مُنہ میں زیرہ۔ خیر نکالو پانچ ہزار۔ سوا سوا ہزار روپلّیاں آپس میں بانٹو گے۔ شرم نہ آئے گی۔" چاروں عیّار عُمرو کو رحم طلب نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ وہ انہیں ڈانٹنے لگا۔ "نکالو۔ کس کے پاس ہے؟ یہ کہہ کر وہ ایک ایک کے چہرے کو کڑی نگاہوں سے تکنے لگا۔

وہ بے چارے یہ سمجھتے تھے کہ پانچ ہزار کی حقیر رقم کا سُن کر اُستاد رحم کھا جائیں گئے۔ جب انہوں نے گھُرکی بتائی تو وہ گھبرا گئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا "تم دے دو۔" دوسرے نے تیسرے سے کہا۔ "بھائی! تم دے دو۔" سب نے ایک دوسرے پر یہ سمجھ کے بات ٹالی کہ اُس کے روپے بچ جائیں۔

اس چکّر بازی سے عُمرو پر یہ بات جلد کھُل گئی کہ دال میں کُچھ کالا ہے۔

"اچھا ٹھہرو! کوئی مت دو۔" عُمرو نے اُن سے کہا۔ "میں خود لے لوں گا۔" یہ کہہ کر سب سے پہلے اُس نے جان سوز کی انٹی میں ہاتھ ڈالا۔ پانچ ہزار کی تھیلی صحیح سالم اُس کے ہاتھ میں آ گئی۔ جاں سوز چلّایا۔ "استاد! رحم کیجیے۔ میری تھیلی دیجیے۔ رشوت کی رقم تو برق کے پاس ہے۔"

عُمرو نے لپک کر برق کی کمر کو ٹٹولا۔ پانچ ہزار کی تھیلی وہاں سے بھی برآمد ہوئی۔ عُمرو نے غرّاتے ہوئے کہا۔ "اچھّا تو پانچ ہزار تمہیں بھی ملے ہیں۔ میں تو سمجھا تھا سب کو کُل پانچ ہزار پر ٹرخایا گیا ہے۔"

"یہ رقم تو اُستاد میں نے شہر ناپُرساں میں لوٹی تھی۔ رشوت کے روپے تو مہتر قِران کے پاس ہیں۔" برق نے اپنی رقم جاتے دیکھ کر مُنہ بسورتے ہوئے کہا۔ عُمرو نے مہتر قِران کی انٹی سے بھی پانچ ہزار کی تھیلی برآمد کر لی۔

"اب سمجھا! تم مجھے چکّر دے رہے تھے۔ ہر ایک کو پانچ پانچ ہزار ملے ہیں۔ ضرغام اب سیدھے سیدھے تم بھی اپنی رقم نکال دو، دیر کی تو جرمانہ الگ

وصول کروں گا۔" عُمرو نے ضرغام کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ لاچار اُس نے بھی اپنی تھیلی عُمرو کے حوالے کر دی۔ ملکہ مہ رُخ عُمرو کی زبردستی اور اُس کے شاگردوں کی بے بسی کا یہ رنگ دیکھ کر بے ساختہ مُسکرانے لگی۔

عُمرو نے ساری رقم اپنی زنبیل میں ڈالی اور چارپائی پر بیٹھا ہوا مہ رُخ سے بولا "ملکہ صاحبہ! آپ کے کہنے میں چل رہا تھا۔ مگر اب خیال کیا کہ میں غلطی پر تھا۔ دراصل نمرُود کے مقابلے پر شہزادہ اسد جا رہا تھا۔ اور چونکہ مہ جبیں کا وہ شوہر ہے اِسی لیے اُس نے شہزادے کو روک لیا ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ اُس کی جگہ میں جاؤں۔ گویا کہ مُجھے شہزادہ اسد کی جگہ بھیجا جا رہا ہے۔ مگر اُس لڑکے نے آج بھرے دربار کے سامنے مجھے آنکھیں دکھائی ہیں۔ اُس باپ دادا اور نانا بھی مُجھ سے کبھی اِس طرح نہیں پیش آیا۔ خیر میں اُسے معاف کر سکتا ہوں۔ شرط یہ ہے کہ ایک لاکھ وہ دے اور ایک لاکھ مہ جبیں کی جانب سے فوراً میرے پاس نہ جائیں۔ اُن دونوں سے نذرانہ لیے بغیر میں ہرگز نمرُود کے مُقابلے پر نہیں جاؤں گا۔"

مہ رُخ وعدہ کر کے سیدھی دربار میں جا پُہنچی۔ مہ جبیں کو جب اُس نے یہ

بات بتائی تو وہ فوراً راضی ہو گئی اور شہزادہ اسد کو بتائے بغیر اُس نے فوراً دولا کھ کی تھیلی دل آرام کو دی اور کہا کہ جا کر عُمرو کو دے آئے۔ دل آرام نے حکم کی تعمیل کی۔ عُمرو کو مُنہ مانگی رقم مل گئی۔ اپنی اِس کامیابی پر خُوش ہو کر شاگردوں کے ساتھ وہ خُوشی خُوشی دربار میں آیا۔ مہ رُخ نے بڑھ کر اُس کے بازو پر امام ضامن باندھا۔ مہ جبیں اور دل آرام نے بُلند آواز میں دعائیں دیں۔ عُمرو نے اُن کا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگا۔ ”خواتین و حضرات! آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ افراسیاب نے اس وقت تک جتنے جادُوگر ہمارے مقابلے پر بھیجے ہیں نمرُود جادُو اُن سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ بہر حال آپ لوگوں کے اِصرار پر میں اُس کے مُقابلے پر جا رہا ہوں۔ اُسے جہنّم رسید کرنے اور بہار جادُو کو چھُڑانے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھوں گا۔ خُدا نے چاہا تو کامیاب رہوں گا۔ لیکن مقابلہ سخت ہے۔ ہو سکتا ہے قسمت میرا ساتھ نہ دے اور میں نمرُود کے ہاتھوں گرفتار یا ہلاک ہو جاؤں۔ بہر حال، مُجھے نتیجہ کی بالکُل پروا نہیں۔ نہ موت سے ڈرتا ہوں نہ گرفتاری سے۔ جو بھی انجام ہُوا خُوشی سے قبول کروں گا۔“

"سنو بھائیو اور بہنو! آپ لوگوں کی عزّت بچانے کی خاطر میں خوشی سے اپنی زندگی کی بازی لگانے کو تیّار ہوں۔ بس! رہ رہ کر یہ خیال میرے دل میں چٹکیاں لے رہا ہے کہ آپ لوگ واقعی مُجھ سے محبت کرتے ہیں، دل سے میری قدر کرتے ہیں یا فقط قربانی کا بکرا سمجھتے ہیں۔ یہ بات آپ لوگ بھی طرح جانتے ہیں کہ روپے پیسے کو میں ہاتھ کا میل سمجھتا ہوں، بالکل لالچ نہیں رکھتا۔ مگر کہتے ہیں کہ نازک موقع پر محبّت پیسے سے ہی پہچانی جاتی ہے۔ سو یارو! دیر نہ کرو۔ بادشاہ مہ جبیں، شہزادہ اسد اور ملکہ مہ رُخ مجھے اپنی محبت کا ثبوت دے چکے ہیں۔ اب تُم لوگوں کی باری ہے۔ جس کے دل میں جتنی قدر ہو، اتنی ہی رقم مجھے نذرانے کے طور پر دے۔ جس کے پاس نقدی کم ہو وہ زیور اور قیمتی چیزیں بھی دے سکتا ہے۔ محبت کرنے والوں کی ہر چیز خُوشی سے قبول کرلوں گا۔ شرط یہ ہے کہ وہ گھٹیا یا معمولی نہ ہو۔

یہ تقریر کر کے عُمرو نے فرش پر ایک چادر بچھا دی اور کہنے لگا۔ "جِسے جو کُچھ دینا ہو، آکر اُس چادر میں ڈال دے۔"

مہ جبیں، دل آرام، اسد اور مہ رُخ عُمرو کی اِس حرکت پر مُنہ پھیر کر ہنسنے

لگے۔ دوسری طرف اُن کے سردار جاجا کر عُمرو کی چادر میں حسبِ حیثیت مال ڈالنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اشرفیوں، زیورات اور قیمتی چیزوں کا ڈھیر لگ گیا۔ عُمرو کے من میں لڈّو پھوٹ رہے تھے مگر چہرہ ایسا بنائے ہوئے تھا جیسے اُس کے پیٹ میں درد ہورہا ہو۔ جب آخری سردار بھی اپنا حصّہ ڈھیر میں ڈال کر اپنی جگہ جا کر بیٹھ گیا تو سارا مال سمیٹ کر اُس نے زنبیل میں ڈالا اور بُرا سا مُنہ بناتے ہوئے سرداروں سے بولا۔

”نذرانہ تو تُم لوگوں نے دل کھول کر نہیں دیا پھر بھی جو کُچھ ہے قبول کرتا ہوں۔ مگر یاد رکھنا! کامیاب پلٹا تو چوگنا انعام لُوں گا۔ اچھّا خدا حافظ! میرے لیے دُعا کرنا۔“

یہ کہہ کر اُس نے دربار پر ایک سرسری نظر ڈالی اور پھر پلٹ کر تِیر کی طرح باہر نِکل گیا۔ جو لوگ کہ اب تک اُس کے نخروں پر ہنس رہے تھے وہ سنّاٹے میں آ گئے۔ سب کے دِل دھڑکنے لگے۔ اُنہیں عُمرو کے انجام کی فِکر ستانے لگی۔ سب سچّے دِل سے اُس کی کامیابی اور صحیح سلامت واپسی کی دُعائیں مانگنے لگے۔

اُدھر پہاڑ پر نمرُود جادُو نے ایک ہموار چٹان پر ڈیرا لگا دیا تھا، جادُو کا ایک پُتلا بنا کر چوکسی کرنے کے لیے اُسے بُلندی پر مقرّر کر دیا تھا اور بہار جادُو کو جو صدمے سے بے ہوش ہو گئی تھی ایک کونے میں ڈال دیا تھا۔ وہ چاہتا تو یہاں ٹھہرنے کے بجائے سیدھا افراسیاب کے پاس شہر ناپُرساں جا پہنچتا اور بہار جادُو کو اُس کی خدمت میں پیش کر کے مُنہ مانگا انعام حاصل کرتا، لیکن اُس کے غُرور نے اُسے ایسا کرنے سے روک دیا۔

وہ چاہتا تھا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ وہ چوروں کی طرح اپنا کام کر کے بھاگ گیا۔ اِس سے پہلے افراسیاب کے نامور جادُوگر بڑی بڑی فوجوں سمیت بہار جادُو کو گرفتار کرنے میں ناکام رہے تھے۔ یہ کام آج اُس نے تن تنہا کر ڈالا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ مہ رُخ کے لشکر میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اُس کے مُقابلے ٹھہر سکے۔ ایسی صورت میں دنیا کے دِکھاوے کے لیے کُچھ دیر وہاں ٹھہرنے اور دُشمن کو حوصلہ نکالنے کا موقع دینے میں کیا حرج تھا۔

نمرُود جادُو اِنہی خیالوں میں مگن تھا کہ اچانک اُس کا پہرے دار پُتلا چلّایا۔ ”عُمرو عیّار آ رہا ہے! عُمرو عیّار آ رہا ہے!“

"اُسے پتھّروں سے کُچل دو۔" نمرُود جادُو نے پُتلے کو حکم دیا۔

عُمرو نے کمند لگا کر پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا۔ لیکن نہ اُسے پُتلا دِکھائی دیا تھا نہ اُس نے پُتلے اور نمرود کے درمیان ہونے والی گفتگو سُنی تھی۔ بے فکری کے ساتھ وہ اُوپر چڑھتا چلا آرہا تھا کہ اُوپر نگاہ ڈالتے ہی اُس نے ہاتھ پاؤں پھُول گئے۔ زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ ایک بڑی چٹان اُوپر سے سیدھی اُس کی طرف لڑھکتی چلی آرہی تھی۔ سوچنے سمجھنے یا دائیں بائیں دیکھ کر کوئی محفوظ جگہ منتخب کرنے کا بالکل وقت نہ تھا۔ بجلی کی سی پھُرتی سے اُس نے کمند کا حلقہ سات آٹھ گز دائیں جانب والی ایک نوکیلی چوٹی پر پھینکا اور آنکھ بند کر کے چھلانگ لگا دی، دوسرے ہی لمحے لڑھکتی ہوئی چٹّان اُس جگہ کے پتھّروں کو سُرمہ بناتی درختوں اور جھاڑیوں کو پیستی نیچے ِگر گئی۔ کُچھ دیر بعد پہاڑ کی تلہٹّی میں ایک زوردار دھماکا ہُوا۔ ِگرتی ہوئی چٹّان کسی دُوسری بڑی چٹّان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی تھی۔

عُمرو اُس چٹّان کی زد سے بچ گیا مگر اب وہ ایک دوسری مُصیبت میں مُبتلا تھا جس چوٹی پر کمند پھینک کر اُس نے چھلانگ لگائی تھی، وُہ ہر طرف سے اِتنی

سپاٹ اور چکنی تھی کہ اُس پر چڑھا نہیں جا سکتا تھا۔ نیچے خوفناک غار تھا۔ مجبوراً اُس نے رسّے کے سہارے اُوپر چڑھنا شروع کیا۔ لیکن پُتلے نے اُسے دیکھ لیا اور چھوٹے بڑے پتھّر اس پر برسانے لگا۔

اپنے آپ کو پتھروں سے بچانا اور اُوپر چڑھنا عُمرو کے لیے سخت مُشکل ہو گیا۔ پریشان ہو کر وہ دونوں چٹّانوں کے درمیان گھڑی کے پینڈولم کی طرح جھولنے لگا۔ کئی بار اُس نے کوشش کی کہ پھر اُسی جگہ جا پُہنچے جہاں سے اُس نے چھلانگ لگائی تھی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ اُدھر پُتلے نے بھی پتھّروں کی برسات میں اضافہ کر دیا۔ اب عُمرو زیادہ دیر اُن سے نہ بچ سکتا تھا۔ قریب تھا کہ مایوسی اُس کے حوصلے پست کر دیتی مگر اچانک اُسے اپنی کرامتی چادر کا خیال آ گیا۔ اُس نے ایک ہاتھ سے رسّے کو پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے زنبیل میں سے چادر نکالی اور جلدی سے سر پر ڈال لی۔ وہ پُتلے کی نگاہوں سے غائب ہو گیا۔

پُتلے نے جو خالی رسّی لٹکتی دیکھی تو سمجھا عُمرو غار میں جا گرا ہے۔ اُس نے پتھّر برسانے بند کر دیئے۔ عُمرو کو اطمینان نصیب ہُوا۔ چادر اوڑھے رسّے پر

چڑھتا ہوا وہ اب چوٹی پر جا پُہنچا جِس میں کمند کا حلقہ پھنسا ہوا تھا۔ اُس کے بعد اِحتیاط کے ساتھ ایک سے دُوسری، دوسری سے تیسری چٹّان سر کرتے ہوئے اُس نے ٹھیک اُس جگہ پُہنچ کر دم لیا جہاں پُتلا کھڑا چوکسی کر رہا تھا۔ وہاں سے اِدھر اُدھر نِگاہ دوڑانے پر اُسے نمرُود جادُو بھی دِکھائی دے گیا۔ اُس کے مخملیں شامیانے میں ٹنکے ہُوئے موتی اور جواہرات، سامنے رکھے ہوئے جڑاؤ پیالے اور صُراحیاں اور نرم و گداز قالین دیکھ کر عُمرو کے مُنہ میں پانی آ گیا۔ کم از کم لاکھوں کا مال تھا۔

نمرُود کو اِس طرح بے فکر اور اپنی دُھن میں مست دیکھ کر عُمرو کو اُس کا کام تمام کر دینا بڑا آسان نظر آیا۔ اُس کے جی میں آئی کہ سیدھا جا کر اُس پر ٹوٹ پڑوں، اُس کا سارا مال و اسباب جلد سے جلد داخلِ زنبیل کروں۔

شاید لالچ میں اندھا ہو کر وہ یہ غلطی کر بیٹھتا مگر اِکبارگی اُس کا دھیان پُتلے کی طرف گیا۔ اُس کا دل کہنے لگا۔ ”خبردار ایسی غلطی نہ کرنا۔ پُتلے کو قابو میں کِیے بغیر نمرُود کے قریب نہ جانا۔“

طلِسمی پُتلا بھی شاید عُمرو کی بُو یا آہٹ پا چکا تھا۔ وہ چاروں طرف گردن گھُما کر

دیکھتے ہُوئے آہستہ آہستہ عُمرو کی طرف بڑھنے لگا۔ خطرے کو بھانپتے ہُوئے عُمرو نے زنبیل میں سے حضرت الیاس کا بخشا ہوا جال نکالا، پھُرتی کے ساتھ اُسے پُتلے کے اُوپر پھینکا اور جھٹکا دے کر اپنی طرف گھسیٹ لیا۔ پُتلا جال میں بُری طرح پھنس چُکا تھا۔ اُس نے بڑی اُچھل کُود کی مگر خُود کو چھُڑا نہ سکا۔ عُمرو نے آناً فاناً اُسے جال میں باندھ کر زنبیل کے اندر ڈال دیا۔ لیکن زنبیل میں جاتے جاتے بھی وہ زور سے چیخ پڑا۔ ”نمرُود ہوشیار دُشمن آ پُہنچا۔“

نمرُود یہ آواز سُن کر چونک اُٹھا۔ مگر اُسے اپنے کانوں پر یقین نہ آ رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا اُس کا کوئی دشمن پُتلے سے بچ کر اچانک پہاڑ کی چوٹی پر پُہنچ سکتا ہے۔ اِدھر اُدھر سرسری نگاہ دوڑاتے ہُوئے اُس نے پُوری توجّہ کے ساتھ آہٹ لی۔ لیکن دوبارہ ایسی آواز سنائی نہ دی تو اُسے اپنا وہم سمجھتے ہوئے وہ پھر بے فکر ہو گیا۔

یہ دیکھ کر عُمرو کا سیروں خون بڑھ گیا۔ نمرُود تک پہنچنے کے لیے اُسے صرف ایک ڈھلان طے کرنا تھی۔ وہ اِحتیاط کے ساتھ اُس سے اُترنے لگا۔ اِتّفاق سے اُس میں جگہ جگہ چھوٹے بڑے روڑے اٹکے ہوئے تھے۔ ایک بڑا روڑا عُمرو

کی ٹھوکر سے لُڑھک گیا۔ کئی دوسرے روڑے بھی اُس کی لپیٹ میں آ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ روڑوں کی ایک قطار لڑھک کر نیچے گِرنے لگی۔ نمرُود نے پھر چونک کر غور سے چاروں طرف دیکھا۔ کرامتی چادر کی وجہ سے عُمرو اُسے نظر نہ آیا مگر روڑوں کو ڈھلان کے درمیان سے نیچے لڑھکتا دیکھ کر اُس کا ماتھا ٹھنک گیا۔

اس نے پُتلے کو آواز دی۔ کوئی جواب نہ پا کر اُس نے وہ منتر پڑھا جس سے پُتلا خُود بخود اس کے سامنے حاضر ہو جاتا مگر وہ تو جال میں لپٹا ہوا کرامتی زنبیل کے اندر پڑا تھا۔ کیسے آ سکتا تھا۔ جب منتر پڑھنے کے باوجود پُتلا نمرُود کے سامنے حاضر نہ ہوا تو وہ سمجھ گیا کہ کِسی دشمن نے پُتلے کو غائب کر دیا ہے۔ اور اب نگاہوں سے غائب رہتے ہوئے اُس کی طرف بڑھا چلا آ رہا ہے۔

یہ رائے قائم کرتے ہی اُس نے منتر پڑھ کر ڈھلان کے نیچے کی سمت اُنگلی کے اِشارے سے ایک گھیر ابنایا۔ اِس کے بعد ڈھلان کی طرف مُنہ کر کے کوئی ایسا جادُو پڑھ کر پھُونکا کہ ہوا کے طوفانی جھکّڑ اُوپر سے نیچے کی طرف چلنے لگے۔ اِن جھکڑوں کا زور اِتنا زیادہ تھا کہ عُمرو خُود کو سنبھال نہ سکا اور لڑھتا ہوا

نیچے آ گرا۔ بد قسمتی سے کرامتی چادر اُس کے سر سے الگ ہو گئی۔ نیچے گرتے ہی اُس نے اُٹھ کر بھاگ جانا چاہا۔ اس کے ہاتھ پیر ہل بھی نہ سکے۔ نمرُود اُسے حیرت اور غصّے سے گھورنے لگا۔

عُمرو سمجھ گیا کہ اُس کے پیر نمرُود جادُو کے سبب سُن ہو گئے ہیں۔ بچاؤ کی کوئی صُورت نہ دیکھتے ہوئے اُس نے چلّا کر کہا۔ ''اے نمرُود! میں عُمرو عیّار ہوں۔ خبر دار! مجھے ہلاک نہ کرنا۔ میں مہ رُخ سے ناراض ہو کر تیرے پاس آیا ہوں۔ مجھے افراسیاب کے پاس لے چل یا اپنا غلام بنا لے۔''

نمرُود عُمرو کا نام سُنتا آیا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ شہنشاہ افراسیاب اپنے دُشمنوں اور باغیوں میں سب سے زیادہ اہمیّت عُمرو کو دیا کرتا تھا۔ اِس وقت وہ اپنے سامنے پڑے ہوئے دُبلے پتلے اور مخنچو جیسے آدمی کو حقیر سمجھ رہا تھا لیکن جیسے ہی اُس نے اپنا نام عُمرو بتایا تو نمرُود کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ اس نے کہا۔ ''اچھا کیا تو بہار جادُو کو چھُڑانے کی نیّت سے نہیں آیا تھا؟''

''نہیں۔'' عُمرو نے کہا۔ ''خُداوند لقا کی قسم۔''

”ارے! کیا تو خداوند لقا پر بھی ایمان لا چُکا ہے؟“ نمرُود نے کہا۔

”اور کیا۔ ایسا نہ ہوتا تو میرا مہ رُخ سے جھگڑا کیوں ہوتا؟“ عُمرو بولا۔

نمرُود عُمرو کی باتوں میں آ گیا مگر پھر بھی کُچھ سوچتے ہوئے بولا۔ ”تُجھے اپنی سچائی کا ثبوت دینا پڑے گا۔ اور وہ میرا طِلسمی پُتلا کہاں ہے؟“

”تو جیسا ثبوت مانگے گا پیش کروں گا۔“ عُمرو نے جواب میں کہا۔ ”تیرے پُتلے کو میں نے گرفتار کر لیا ہے۔“

”اگر تیری نیّت صاف تھی تو پُتلے کو تُو نے کیوں گِرفتار کیا؟“ نمرُود نے سوال کیا۔

”وہ مجھے ہلاک کرنے پر تُلا ہوا تھا۔“ عُمرو نے کہا۔ ”ایسا نہ کرتا تو صحیح سلامت تیرے سامنے کس طرح پہنچ سکتا تھا۔“

”لیکن تُو نے اُس پر قابو کِس طرح پا لیا؟“ نمرُود نے کہا۔ ”اور ڈھلان سے اُترتے ہوئے نظر کیوں نہیں آ رہا تھا؟ کیا تو بھی جادُو جانتا ہے؟“

”جادُو سے میرا کیا واسطہ۔“ عُمرو نے کہا۔ ”یہ تو خُداوند لقا کے اُن تحفوں کا

کرشمہ ہے جو انہوں نے مجھے خواب میں بخشے تھے۔"

نمرُود کے دل میں لالچ آ گیا۔ اُس نے کہا۔ "اگر میں تجھ سے وہ سارے تحفے مانگوں جو خُداوند لقانے تُجھے دیے ہیں تو کیا تو مُجھے دے گا۔"

عُمرو کُچھ دیر خاموش رہا اور پھر بولا۔ "ہاں مگر طلِسمی ڈبّہ نہیں دُوں گا۔"

نمرُود نے خیال کیا کہ ضرور یہ طلِسمی ڈبّہ دوسرے سارے تحفوں سے زیادہ کام کی چیز ہو گی۔ اُسے دیکھنے، اُس کی صفت جاننے اور اُسے ہتھیانے کا شوق اُس کے دل میں چُٹکیاں لینے لگا۔ لیکن اس کے لیے اُس نے زبردستی اور بے صبری کو غیر مناسب سمجھا۔ "اچھی بات ہے۔ جیسی تمہاری مرضی۔" اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آؤ بیٹھ کر باتیں کریں۔"

یہ کہہ کر نمرُود نے جادُو کا اثر عُمرو کے جسم پر سے ختم کیا، ہاتھ پکڑ کر اُسے قالین پر لا بٹھایا۔ کُچھ دیر تک دونوں ایک دوسرے کی تعریفیں کرتے رہے۔ اِس کے بعد نمرُود نے اچانک وُہ طلِسمی ڈبّہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ عُمرو نے پہلے تو نخرہ کیا مگر پھر زنبیل میں سے سیاہ لکڑی کا ایک گول سا ڈبّہ نکال کر

نمرُود کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ ”یہ خداوند کا خاص تُحفہ ہے۔ اِس کے اندر ایک طِلِسمی انڈا ہے، سچّے دل سے سات بار خداوند لقا کا نام لے کر اُسے مُنہ کی بھاپ دو۔ پھر آنکھوں سے آدھے بالشت کے فاصلے پر رکھ کر اِس پر نگاہیں جماؤ۔ چند لمحوں بعد ایک پری ادب سے سر جھکائے کھڑی نظر آئے گی۔ اُس وقت تُم جِس شخص کا بھی حال معلوم کرنا چاہو گے، پری اُس کی رتّی رتّی کی خبر دے گی۔ اور اگر دیکھنے کی خواہش ظاہر کرو گے تو وہ جہاں اور جِس حال میں ہو گا صاف نظر آئے گا۔“

”افّوہ! یہ تو بڑی لاجواب چیز ہے۔“ نمرُود نے ڈبّہ عُمرو کے ہاتھ سے جھپٹتے ہوئے کہا۔ ”ذرا دیکھوں تو۔“

عُمرو ایک ٹھنڈی سانس لے کر چُپ ہو رہا۔ نمرُود نے بے صبری کے ساتھ ڈبّہ کھولا، انڈا نِکالا، سات بار خداوند لقا کو یاد کر کے انڈے کو مُنہ کی بھاپ دی اور آنکھوں سے آدھ بالشت کے فاصلے پر رکھ کر اُسے غور سے دیکھنے لگا۔ آخر کار وہی ہُوا جو ہونا تھا۔ انڈا اِکبارگی پھٹا، ہلکے دُھوئیں جیسی کوئی چیز اُس میں سے نِکل کر نمرُود کے دماغ میں جا گھُسی۔ اُس کو ایک چھینک آئی اور بے

ہوش ہو گیا۔

عُمرو اِسی موقع کا منتظر تھا۔ سب سے پہلے اُس نے اپنی کرامتی چادر پر قبضہ کیا جو ڈھلان کے ایک پتھر میں اٹکی ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس نے بہار جادُو کو زنبیل میں داخل کیا۔ وہ بے چاری اب تک بے ہوش تھی۔ اب اس نے چاہا کہ جلدی جلدی نمرُود کا سارا سامان بھی زنبیل میں رکھ سکے لیکن اچانک اُسے وہم ہو گیا کہ کہیں نمرُود اِس عرصے میں ہوش میں نہ آ جائے۔ اُس نے خنجر نکال لیا۔ اُچھل کر نمرُود کے سینے پر جا بیٹھا اور پھر ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اُس کے سر کو تن سے جدا کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے تاریکی پھیل گئی۔ آندھی چلنے لگی۔ چیخ و پُکار کی دل دہلا دینے والی آوازیں گونجنے لگیں۔ آخر میں کوئی بڑی حسرت کے ساتھ پُکارا۔ "افسوس! مُجھے دغا سے ہلاک کیا۔ میرا نام نمرُود جادُو تھا۔"

یہ آواز سُنتے ہی مہ رُخ کے لشکر میں شادیانے بجنے لگے۔ عُمرو کا سینہ فخر سے پھُول گیا۔ کارنامہ تو وہ انجام دے ہی چکا تھا۔ اب اُسے مالِ غنیمت کی فکر تھی۔ وہ اندھیرا ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا لیکن جیسے ہی تاریکی چھٹی اُس کی

ساری خوشی خاک میں مِل گئی۔ وہاں نہ وہ شامیانہ تھا ہیرے جڑے قمقمے۔ نہ سونے چاندی کے برتن تھے نہ نرم نرم قالین۔ ایک کھُردری چورس چٹان تھی جِس پر نمرُود جادُو کی لاش پڑی تھی اور وہ خود اُس کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ جِس مالِ غنیمت پر وہ دانت لگائے ہوئے تھا وہ جادُو کا سامان تھا۔ نمرُود کے ساتھ وہ بھی نیست و نابود ہو چکا تھا۔ اُسے نمرُود کے طلِسمی پُتلے کا خیال آیا۔ سوچا کہ شاید مہ رُخ کا کوئی جادُو گر اُسے اونے پونے خرید لے۔ لیکن جالِ اِلیاسی نکال کر دیکھا تو وہ بھی غائب تھا۔ لاچار ہو کر اُس نے چاہا کہ نمرُود کا کٹا ہُوا سر ہی لیتا چلے۔ لیکن وہ اُسے اُٹھانے کے لیے جھکا ہی تھا کہ اِکبارگی نمرُود کی کھوپڑی چیخ کر پاش پاش ہو گئی۔ ایک سیاہ بھنورا اُس میں سے نِکلا اور بھنبھناتا ہوا اُڑ کر غائب ہو گیا۔

عُمرو نے ایک ٹھنڈی سانس لی، مالِ غنیمت نہ پانے کا افسوس کرتا ہوا پہاڑ سے نیچے اُترا اور مُنہ بنائے، گردن لٹکائے لشکر گاہ کی طرف چل دیا۔ لوگوں نے اُسے صحیح سلامت آتا دیکھ کر خُوشی کے نعرے بُلند کیے۔ ناچتے گاتے ہوئے اُس کا استقبال کیا۔ پھول نچھاور کیے۔ لیکن اُس نے کسی کی طرف مُنہ اُٹھا کر نہ

دیکھا۔ سیدھا دربار میں جا پُہنچا۔ ملکہ مہ جبیں نے کھڑے ہو کر اُس کا استقبال کیا۔ شہزادہ اسد، ملکہ مہ رُخ، ملکہ فرمانیہ اور شاگردوں نے اُسے ہار پہنائے مگر یہاں بھی اُس نے کِسی سے سیدھے مُنہ بات نہ کی۔ تخت کے قریب پُہنچ کر زنبیل سے بہار جادُو کو نکال کر فرش پر ڈال دیا اور سارے ہار پھُول گلے سے نِکال کر زمین پر پٹختے ہُوئے بولا۔

"مُجھے نہیں چاہئیں یہ ہار پھول۔ خُود ایک دُوسرے کو پہناؤ۔ تمہیں اپنے مطلب کے سوا کِسی کی کوئی فکر نہیں۔ بس آج سے میرا تمہارا ساتھ ختم۔ غضب خُدا کا، پورے آٹھ لاکھ کے مالِ غنیمت کا نُقصان اُٹھا کر آرہا ہوں اور تم لوگ صرف ہار پھُول دے رہے ہو۔"

عُمرو کا نخرہ دیکھ کر سارے درباری بے اختیار قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔ عُمرو اِس پر بِگڑ کر جانے لگا تو مہ رُخ نے اُسے روک لیا۔ بس پھر اُس پر اشرفیوں، موتیوں اور جواہرات کی برسات ہونے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں کے مال کا ڈھیر لگ گیا۔ عُمرو خوش ہو گیا۔ سارا مال سمیٹ کر زنبیل میں رکھا اور سب کے دل

کھول کر دعائیں دینے لگا۔

عُمرو پنجرے میں

افراسیاب گُنبدِ نُور میں ملکہ حیرت کے ساتھ بیٹھا ناچ گانے سے لطف اُٹھا رہا تھا کہ اُس کے کانوں میں کوہ عقیق کی سرحد پر رکھے ہوئے طِلِسمی نقّارے کی آواز گونجنے لگی۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ بادشاہ سلیمان عنبریں جو خداوند لقا، شاہ فرامُرز اور بختیارک وغیرہ کے ساتھ مل کر امیر حمزہ سے جنگ کرتا تھا، کوئی خاص پیغام بھیجنا چاہتا ہے، افراسیاب نے فوراً ایک طِلِسمی پنجے کو اشارہ کیا۔ پنجہ اپنی جگہ سے اُچھلا اور بجلی کی سی تیزی سے اُڑتا ہوا کوہ عقیق کی سمت روانہ ہو گیا۔ اُسی لمحے ایک سیاہ بھونرا باہر سے اُڑتا ہوا اندر آیا اور افراسیاب کے قریب پُہنچ کر چلّایا۔ ”نمرُود عُمرو کے ہاتھوں ہلاک ہوا!“ یہ کہہ کر وہ افراسیاب کے قدموں پر ِگر کر جل گیا۔

ملکہ حیرت کو نمرُود جادُو سے بڑی اُمّیدیں تھیں۔ وہ افراسیاب کے خاص جادُوگروں میں شمار ہوتا تھا۔ اُس کی موت کی خبر سُنتے ہی وہ سخت جوش میں آ گئی اور افراسیاب سے ضد کرنے لگی کہ اب خود ملکہ مہ جبیں کے مُقابلے پر جائے گی اور سارے باغیوں کو اُن کی سرکشی کا مزہ چکھائے گی۔ افراسیاب نے اُسے بہت سمجھایا مگر اُس نے ایک نہ سُنی۔ مجبوراً افراسیاب کو اجازت دینی پڑی اور ملکہ حیرت کی روانگی کے لیے تیّاریاں شروع ہو گئیں۔ کُوچ کے نقّارے بجنے لگے، رسد اور ساز و سامان ملکہ کی خواصُوں اور عیّارنوں نے آکر اُسے اِطّلاع دی۔ ملکہ نے اجازت کے لیے افراسیاب کی طرف دیکھا۔ اُسی لمحے وہ پنجہ اُڑتا ہوا آیا جو کوہ عقیق کی طرف گیا تھا اور سلیمان عنبریں نے ایک خط افراسیاب کی خدمت میں پیش کیا۔ ملکہ حیرت ٹھہر گئی۔ افراسیاب نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا۔

"حضُور کی ہدایت کے مطابق سرمست جادُو زبردست فوج کے ساتھ یہاں پہنچا تھا۔ خداوند لقانے اُسے برکت دی۔ اُس نے بڑے کارنامے انجام دیے

لشکرِ حمزہ میں کُہرام مچ گیا۔ اُس کے بڑے بڑے سردار گرفتار ہوئے۔ قریب تھا کہ دُشمن حوصلے ہار جاتا مگر افسوس کہ عُمرو کے بیٹے چالاک نے مکّاری سے سرمست کو قتل کر دیا۔ جیتی ہوئی بازی رہ گئی۔ نئی مُصیبت یہ ہوئی کہ سعد بن قباد جو کہ امیر حمزہ کا پوتا ہے، زبردست فوج کے ساتھ دُشمن کی مدد کو آ پہنچا ہے۔ حضور سے درخواست ہے کہ جلد اِس مُصیبت سے چھڑائیں۔ کوئی نامور سردار اور لشکرِ جرّار بھیجیں کہ دشمنوں کے حوصلے پست ہوں اور دوستوں کے دل بڑھیں۔ فقط آپ کا تابعدار سلیمان عنبریں۔"

آپ کو یاد ہو گا کہ افراسیاب نے سرمست سے پہلے حسینہ جادُو کو امیر حمزہ کے مقابلے پر جانے کا حکم دیا تھا۔ لیکن اپنے ملک میں جاتے ہی حسینہ جادُو بیمار ہو گئی تھی اور اُس کی جگہ سرمست جادُو کو بھیج دیا گیا تھا۔ سلیمان کا خط پڑھ کر افراسیاب کُچھ دیر سوچتا رہا۔ اس کے بعد اُس نے کتابِ سامری کھول کر حسینہ جادُو کا حال معلُوم کیا۔ پتا چلا کہ اب وہ تندرست ہو چکی ہے۔ افراسیاب نے اپنے ہاتھ سے اُسے خط لکھا کہ فوراً امیر حمزہ کے مُقابلے کو روانہ ہو جائے۔

یہ خط لکھ کر اُس نے ایک پنجے کو اِشارہ کیا۔ پنجہ خط کو لے کر اُڑا اور منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب افراسیاب ملکہ حیرت کی طرف متوجّہ ہُوا۔ ''جاؤ خداوند لقا، سامری و جمشید تمہارے مدد گار ہوں۔''

پھر اُس نے ملکہ حیرت کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ ''خبر دار! جاتے ہی لڑائی مت چھیڑ دینا۔ اِطمینان کے ساتھ ڈیرے ڈال کر پہلے عیّاروں کی گرفتاری کی فکر کرنا۔ اور جب وہ قابو میں آ جائیں تب جنگ شروع کرنا۔''

ملکہ حیرت نے ادب سے سر جھکایا۔ نصیحت پر عمل کرنے کا یقین دلایا اور رُخصت ہو کر شان و شوکت کے ساتھ ملکہ مہ رُخ کے مُقابلے کے لیے روانہ ہو گئی۔ نامور جادُوگروں اور جادُوگرنیوں کی ایک شان دار فوج اُس کے ساتھ تھی۔ صد ہا نقّارے اور ڈھول تاشے بج رہے تھے۔ ہزاروں رنگ برنگے جھنڈے ہوا میں لہرا رہے تھے۔ آتش بازیاں اور پٹاخے چھوڑے جا رہے تھے۔ جادُوگروں کی سواری کے اژدھے مُنہ سے آگ اور دھواں نکال اُگل رہے تھے۔ سب ہوا میں اُڑتے ہوئے ملکہ حیرت کے تختِ رواں کے

آگے پیچھے چلے جا رہے تھے۔ جِس شخص کی نِگاہ اُس لشکر پر پڑتی، پُکار اُٹھتا۔ ”اِس قیامت کے سامنے بھلا کون ٹھہر سکے گا۔ یقیناً باغیوں کے دِن اب پورے ہو چکے ہیں۔“

لشکر مہ رُخ میں جب ملکہ حیرت جادُو کی آمد کی خبر پُہنچی تو اُس میں کھلبلی مچ گئی۔ سپاہی سپاہیوں سے، سردار سرداروں سے کھسر پھُسر کرنے لگے۔ بہتوں کے چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ کتنوں ہی کے دل دہشت سے اُچھلنے لگے۔ کوئی کہتا۔ ”یارو! رات ہوتے ہی یہاں سے بھاگ چلو۔“ کوئی رائے دیتا۔ ”چل کر ملکہ حیرت کی اِطاعت کر لو۔“ ملکہ مہ جبیں نے فوراً لشکر کے بڑے بڑے سرداروں، جادُوگروں اور سالاروں کو طلب کیا۔ دربار لگا۔ صلاح مشورے ہونے لگے۔ شہزادہ اسد سب کے دل بڑھانے اور آن پر مر مٹنے کی باتیں کرتا۔ دُوسرے اپنی ناطاقتی اور ملکہ حیرت کی زور آوری کا حال بیان کر کے صلح کرنے پر زور دیتے۔ ملکہ فرمانیہ، بہار جادُو اور مہ رُخ کی رائے تھی کہ یا تو امیر حمزہ کے پاس چلنا چاہیے یا پہاڑوں میں اُس وقت تک

چھُپ جانا چاہیے جب تک شہزادہ اسد کو طِلِسم ختم کرنے کا راز معلوم نہ ہو جائے۔ غرض ہر ایک اپنی اپنی الگ رائے رکھتا تھا۔ آپس میں کسی بات پر سب کا اِتّفاق نہ ہو پاتا تھا۔

یہ رنگ دیکھ کر عُمرو نامدار کھڑے ہوئے اور سارے درباریوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولے۔ ”لوگو! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم سب پر افراسیاب کی بیوی کی ہیبت طاری ہو گئی ہے۔ اُسے مُقابلے پر دیکھ کر تمہارے ہاتھ پاؤں پھُول گئے ہیں۔ یہ بڑے شرم کی بات ہے۔ اگر تُم نے صِرف عیش کرنے کے خیال سے یا اپنا بھاؤ بڑھانے کی خاطر شہزادہ اسد کی حمایت کی ہے۔ مہ جبیں کو بادشاہ تسلیم کر کے افراسیاب سے بغاوت کی ہے تو میں تمہیں اِجازت دیتا ہوں۔ ابھی اور اِسی وقت ملکہ حیرت کے پاس چلے جاؤ۔ افراسیاب کی دوبارہ غُلامی کرو۔ لیکن اگر تُم اِس لیے ہمارے ساتھ رہے ہو کہ حق کی حمایت کرو، باطل سے ٹکّر لو اور قربانیاں دینے، مُصیبت اُٹھانے کو ثواب سمجھو تو اپنی جگہ ڈٹے رہو۔ فتح ہو یا شکست، دشمن سے جان توڑ کر مُقابلہ کرو۔ میں اور میرے

شاگرد کسی حال میں بھی نہ فرار اِختیار کریں گے، اور افراسیاب کی اِطاعت قبول نہ کریں گے۔ اب ہم ملکہ حیرت کے لشکر کو تہس نہس کرنے کی فکر میں روانہ ہوتے ہیں۔ اگر تم سے ہو سکے تو بس اِتنا کرو کہ جہاں تک ممکن ہو اپنی جگہ قائم رہتے ہوئے بھرپور لڑائی کو ٹالتے رہو۔ مُقابلے کو جتنا ممکن ہو سکے لمبا کرو۔ ہم پوری کوشش کریں گے کہ اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ملکہ حیرت اور اُس کے سرداروں کو ٹھکانے لگا دیں اور دشمن کے حوصلے پست کر کت اُسے واپس جانے پر مجبور کر دیں۔ بس! اب جسے ہماری بات پسند آئے، یہاں رہے۔ جسے پسند نہ آئے وہ اپنی راہ لے۔ ہم جاتے ہیں۔"

یہ تقریر کر کے عُمرو نے اپنے چاروں شاگردوں کو اِشارہ کیا اور بغیر کسی کی طرف دیکھے طرّارے بھرتا ہوا دربار سے نِکل گیا۔ مہتر قِران، برق فرنگی، جان ساز اور ضرغام بھی اُس کے پیچھے چل دیے۔

اس مرتبہ عُمرو نے بغیر نخرہ کیے جس طرح ملکہ حیرت سے مُقابلہ کرنے کا

عزم دکھایا اور اپنی تقریر میں جو چبھتی ہوئی اور دِلوں کو گرما دینے والی باتیں کہیں، اُس سے ہر شخص کو بڑا حوصلہ حاصل ہوا۔ سارے سردار اور سپہ سالار آخر دم تک مُقابلہ کرنے کی قسمیں کھانے لگے۔

اُدھر ملکہ حیرت جادُو نے ایک مناسب مقام پر اپنی فوج کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ غیر ہموار زمین ہموار کر دی گئی۔ گھاس اور جھاڑیاں صاف کر دی گئیں۔ خیموں، شامیانوں اور قناتوں کا ایک شان دار اور خوب صورت شہر آباد ہو گیا۔ چھاؤنی کا سارا انتظام مکمل ہو گیا اور فوج کے سردار سپہ سالار ملکہ کے پاس جنگ کے بارے میں ہدایات حاصل کرنے کے لیے جمع ہوئے۔

ملکہ حیرت نے اُن سے کہا۔ ”خبر دار! لڑائی میں پہل اور جلدی مت کرنا۔ ہاں پہرا چوکی سے ہوشیار رہنا اور دُشمن پر کڑی نظر رکھنا۔ شہنشاہ کی ہدایت کے مطابق پہلے ایک ضروری مہم سر کرنی ہے۔ اُس کے بعد ہی دشمن فوج کی خبر لینی ہے۔ وہ سر ہوتے ہی تمھیں خبر دوں گی۔ فی الحال صبر ساتھ انتظار کرو۔“

سرداروں اور سپہ سالاروں کو یہ ہدایت دینے کے بعد ملکہ حیرت نے اپنی عیّارنوں کی سردار صرصر کو طلب کیا اور اس سے کہا۔ "اے صرصر! تیرے ہُنر اور کمال کی آزمائش کا وقت آ پہنچا۔ زندگی بھر کی میری مہربانیوں کا حق ادا کرنے کا یہی موقع ہے۔ مجُھے مہ رُخ، بہار جادُو اور اُس کے لشکر کی کوئی فکر نہیں۔ اگر ہے تو اُس مکّار عُمرو عیّار کی ہے۔ تُجھ سے جس طرح بن پڑے اُس کانٹے کو دور۔ اُسے گرفتار یا ہلاک کر کے مجُھے شہنشاہ کی نگاہوں میں سُرخ رو کر۔ جب تک تو یہ کام نہ کرلے گی۔ میں یُوں ہی ڈیرا ڈالے پڑی رہوں گی۔ ہرگز باغیوں سے جنگ نہ کروں گی۔"

صرصر نے یہ سُن کر ادب سے کہا۔ "حضور مطمئن رہیں۔ ہرگز فِکر نہ فرمائیں۔ کنیز ہر حالت میں حق نمک ادا کرے گی۔ دو دن کے اندر عُمرو کو گرفتار کر کے پیش کرے گی۔ بس درخواست اِتنی ہے کہ اس مرتبہ حضور اور شہنشاہ پوری احتیاط کریں۔ پہلے کی طرح عُمرو کے دھوکے میں نہ آئیں۔ ایسا نہ ہو کہ مُوا بھیس بدل کر حضور کو پھر جُل دے جائے۔" ملکہ نے اُسے

اِطمینان دِلایا اور وہ رُخصت ہو کر عُمرو کی تلاش میں چل دی۔

عین اسی موقع پر گُنبدِ نُور میں افراسیاب نے ایک نامور جادُوگرنی خُمار جادُو کو طلب کیا اور اُسے حکم دیتے ہوئے بولا: ”ملکہ حیرت مہ رُخ سے لڑنے گئی ہے۔ وہاں عُمرو سے اُس کے لشکر اور سرداروں کو بڑا خطرہ ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے وہ اُسے قابو میں نہ لا سکیں اور وہ مکّار لشکر کو نقصان پہنچائے۔ چنانچہ تو اِسی وقت جا جہاں اور جِس حال میں بھی عُمرو پر تیرا بس چلے گرفتار کر کے لے آ۔“

خُمار جادُو نے شہنشاہ افراسیاب کو اِطمینان دلایا اور ہوا میں اُڑتی ہوئی عُمرو کی تلاش میں روانہ ہو گئی۔ اُدھر عُمرو، جو اپنے شاگردوں کے ساتھ مہ رُخ کی چھاؤنی سے نِکلا تو سیدھے پاس کے ایک جنگل میں جا کر دم لیا۔ وہاں اُس نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے انہیں ہدایت دی۔ یارو! اپنے لشکر کا حال تم پر اچھی طرح آشکار ہے۔ اب دُشمن کی بربادی اور دوستوں کی سلامتی کا اللہ کے بعد صرف ہم پر دارو مدار ہے۔ گھڑی سخت ہے۔ جانیں لڑانے اور مکّاری کا

کمال دکھانے کا یہی وقت ہے، یہاں سے ہر ایک الگ ہو جائے۔ جِس طرح بن پڑے دُشمن کے لشکر میں خُود کو پہنچائے اور ملکہ حیرت کو زندہ یا مُردہ اُٹھا کر لے آئے۔ اِس کے سوا بات نہ بنے گی۔ مُصیبت سر سے نہ ٹلے گی۔ بس اب دیر بالکل نہ کرو۔ فوراً یہ مہم سر کرنے کے لیے روانہ ہو جاؤ۔"

یہ کہہ کر عُمرو جنگل جنگل ہوتا ہوا ملکہ حیرت کے لشکر کے پیچھے جا پہنچا۔ پھر راستے میں ایک جگہ چھُپ کر کھڑا ہو گیا اور آنے جانے والوں پر نگاہیں دوڑانے لگا۔ کُچھ دیر بعد اُسے ناچنے گانے والوں کی ایک ٹولی زرق برق لباس پہنے اور طبلہ سارنگی سنبھالے لشکر کی طرف آتی نظر آئی۔ اُس نے جلدی جلدی سپاہی کا بھیس بھرا اور اُن کے قریب جا کر پوچھنے لگا: "تم کون لوگ ہو اور کہاں جاتے ہو؟"

ٹولی میں سے ایک رقّاصہ نے جواب دیا: "اے ہے! تو کیسا سپاہی ہے اپنے افسروں کا حکم بھی نہیں جانتا۔ ارے مورکھ! ہم ناچنے گانے والے ہیں۔" اتنا کہہ کر اُس نے ہاتھ نچا کے دو ٹھمکے لگائے اور بولی۔ "وہ جو لشکر کے بڑا سا

شامیانہ لگا ہے، وہاں جاتے ہیں۔ ملکہ صاحبہ کا داروغہ وہاں ہمارا ناچ گانا دیکھے گا۔ جسے قابِل سمجھے گا ملکہ کے سامنے پیش کرے گا۔ اِرد گرد کی ساری بستیوں میں اِس بات کی منادی کی گئی ہے، جسے جسے اپنے ہُنر پر بھروسا ہے قسمت آزمانے پُہنچ رہا ہے۔ سمجھ گیا کہ کچھ اور بتاؤں؟"

عُمرو کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اُس نے جواب دیا۔ "بس بس چپ کر۔ مُجھے تو کیا بتائے گی۔ ہنھ! میں نے تو یونہی پوچھ لیا تھا اور تو سچ مچ سمجھ بیٹھی کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ چل جا اپنی راہ لے۔"

میراثیوں کی ٹولی ہنستی ہوئی لشکر کی طرف چل دی۔ عُمرو وہیں کھڑا رہا۔ جب وہ لوگ اوٹ میں جا پہنچے تو عُمرو نے جلدی جلدی ایک میراثی کا بھیس بھرا اور ہاتھ میں اِکتارہ لے کر اُن کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

ادھر صرصر عُمرو کو جنگل میں ڈھونڈتی پر رہی تھی۔ عُمرو تو اُسے نہ ملا مگر ایک جگہ اُس نے عُمرو کے پیروں کے نشان دیکھ لیے۔ اُس کا ماتھا ٹھنک گیا۔ وہ اُن نشانات پر چل کھڑی ہوئی اور کھوج لگاتے لگاتے جہاں عُمرو نے میراثیوں کی

ٹولی سے بات کی تھی۔ وہاں سے یہ نشان لشکر کی طرف پلٹ گئے تھے۔ کُچھ دُور اور اِن نشانوں پر چلنے کے بعد اُسے یقین ہو گیا کہ داروغہ کے شامیانے میں ہے۔ وہ سمجھ گئی کی وہ کسی گانے والے یا گانے والی کے بھیس میں ہو گا اور اپنا کمال دِکھا کر ملکہ حیرت کی محفل میں پُہنچنے کی فکر میں ہو گا۔

وہ بھی لپکتی ہوئی داروغہ کے شامیانے میں جا پہنچی۔ وہاں میراثیوں کا زبردست مجمع لگا ہوا تھا۔ جو لوگ ملکہ کی محفل کے قابل سمجھے گئے تھے، اُنہیں دائیں طرف بٹھایا گیا تھا۔ دُوسرے لوگوں کو بائیں جانب جگہ دی گئی تھی۔ جو باقی بچے تھے اُنہیں باری باری اپنا کمال دکھانے کا موقع دیا جا رہا تھا۔

صرصر نے ایک جگہ کھڑے ہو کر اُن میراثنوں اور میراثیوں پر نگاہ دوڑانی شروع کر دی۔ عُمرو ایک بوڑھے میراثی کے بھیس میں موجود تھا اور اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا مگر صرصر اُسے بالکل نہ پہچان سکی۔ کُچھ دیر بعد داروغہ نے عُمرو کو آگے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ سلام کر کے آگے بڑھا اور اُس کے سامنے جا کر دو زانو ہو بیٹھا۔ سارے جمع کی نگاہیں اُس پر جم گئیں۔ کُچھ لوگ اُس کے

سفید بال اور مخنچو جیسی شکل دیکھ کر اُس کا مذاق اُڑانے لگے۔

عُمرو نے چاروں طرف نگاہ ڈال کر اِکتارے کو چھیڑا اور آنکھ بند کر کے گُنگُنانے لگا۔ اس کے بعد جو اس نے تان لی ہے اور ایک پھڑکتی ہوئی غزل چھیڑی ہے تو محفل میں سنّاٹا چھا گیا۔ مذاق اُڑانے والے بھی بے خود ہو گئے۔ داروغہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اِس بوڑھے کی آواز میں اِتنا رس ہو گا۔ اسی موقع صرصر چونکی۔ اُسے یقین ہو گیا کہ ایسا گانا عُمرو کے سوا کوئی نہیں گا سکتا۔ یہ بوڑھا عُمرو ہی ہے۔ گانے کے اثر سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے اُس نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونسی اور لوگوں کو پھلانگتے ہوئے داروغہ کی طرف بڑھنے لگی۔ عُمرو کی جُوں ہی اُس پر نگاہ پڑی وہ چونک گیا۔ اُس کی آواز میں فرق آ گیا۔ داروغہ اور دُوسرے سارے لوگ ناگواری کے ساتھ صرصر کو گھُورنے لگے۔ وہ سیدھی داروغہ کے پاس پُہنچی اور اُس کے کان کے قریب مُنہ لے جا کر کہنے لگی۔ "اس بوڑھے کو فوراً گرفتار کر لے۔ یہ عُمرو عیّار ہے۔ شہنشاہ اور ملکہ کا جانی دُشمن ہے۔ بچ کر نکل گیا تو مُشکل سے ہاتھ آئے گا۔

سپاہیوں کو حکم دے اُسے گھیر لیں۔ جلدی کرو وہ ہوشیار ہو گیا ہے۔"

داروغہ عُمرو کے گانے سے مست ہو چکا تھا اُسے صرصر کی بات بُری لگ رہی تھی۔ اُس کے جی میں آئی کہ صرصر کر دھکّا دے کر پرے کر دے مگر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ یہ ملکہ کی چہیتی ہے۔ اس سے اُلجھنے کا انجام اچھا نہ ہو گا۔ اُس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے، کیا نہ کرے۔ غصّے اور بے کسی کے ساتھ وہ صرصر کو ٹکر ٹکر دیکھتا رہ گیا۔ شامیانے میں موجود سارے میراثی اور سپاہی بے چینی کے ساتھ یہ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ آخر وہ دونوں کیا کھُسر پھُسر کر رہے ہیں۔

عُمرو کو شُبہ تو پہلے ہی ہو چکا تھا، صرصر کو اپنی جانب اشارہ کرتے دیکھ کر اب یقین ہو گیا کہ بھانڈا پھوٹ چکا ہے، صرصر نے اُسے پہچان لیا ہے اور اب اُسے گرفتار کرانا چاہتی ہے۔ لوگوں کو اُن کی طرف متوجّہ پا کر اُس نے موقع سے فائدہ اُٹھایا۔ گانا بند کر کے ساز کو ایک طرف پھینکا اور چھلانگیں لگاتا ہوا باہر بھاگ کھڑا ہوا۔ جب تک داروغہ نے اُس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ تب تک

وہ اُن سے کافی دُور جا چکا تھا۔ بس ایک صرصر تھی جو بجلی کی طرح اُس کے پیچھے دوڑ پڑی تھی۔ اُسے فخر تھا کہ دوڑنے میں کوئی اُس کی گرد کو بھی نہیں پُہنچ سکتا۔ اِسی زعم میں اُس نے پیچھے مُڑ کر بھی نہ دیکھا اور فرّاٹے بھرتا ہوا جنگل میں جا داخل ہُوا مگر صرصر سائے کی طرح اُس کے پیچھے لگی ہُوئی تھی۔

جُونہی عُمرو نے اپنی چھاؤنی کا رُخ کیا۔ صرصر شیرنی کی طرح دھاڑتی ہوئی اُس پر جھپٹ پڑی۔ عُمرو نے بھاگتے ہوئے اچانک اُس کی طرف پلٹ کر دیکھا تو ہڑبڑا کر گِر پڑا۔ اِتّفاق سے نیچے ایک پتھّر تھا۔ اُس کا گھٹنا اِس زور سے پتھّر سے ٹکرایا کہ اُس کی چیخ نکل گئی۔

صرصر کا مُقابلہ کرنے کے لئے وہ اُٹھ کھڑا ہوا مگر چوٹ اتنی سخت تھی کہ پیر پر زور دینا اُس کے لیے مشکل ہو گیا تھا۔ صرصر جلد ہی یہ بات تاڑ گئی اور اُس پر کمند کے پھندے پھینکنے لگی۔ عُمرو اُچھل اُچھل کر اپنا بچاؤ کرنے لگا۔ وہ اُسے جُل دے کر بھاگ نکلنے کی کوشش کرتا مگر زیادہ دُور نہ جا پاتا کہ صرصر اُسے پھر گھیر لیتی۔ عُمرو کو جان چھُڑانی مُشکل ہو گئی۔

اِتّفاق سے برق فرنگی اُدھر آنکلا۔ اُستاد صرصر کے ہاتھوں پریشان دیکھ کر اُس نے دُور سے نعرہ لگایا اور خنجر نکال کر صرصر پر حملہ آور ہوا۔ صرصر نے اُس کے قریب پُہنچنے سے پہلے ہی ایک دوسری کمند نکالی اور پھندا بنا کر اُس کی طرف پھینک دیا۔ پھندا سیدھا برق کی گردن میں جا پھنسا۔ صرصر نے جھٹکا دیا۔ برق نے جھونک کھائی۔ مگر اُسی حالت میں اُس نے پھُرتی کے ساتھ خنجر سے کمند کو کاٹ دیا۔ رسّی کا آدھا ٹکڑا برق کے گلے میں لٹکتا رہ گیا۔ باقی آدھا صرصر کے ہاتھ میں رہا۔

عُمرو نے اِس موقع سے فائدہ اُٹھا کر پیچھے کو چھلانگ لگائی لیکن ابھی وہ اُٹھ کر بھاگ نہ پایا تھا کہ صرصر نے کمند کا پھندا پھُرتی کے ساتھ اُس کی طرف پھینک دیا۔ عُمرو نے اُس سے بچنے کے لیے اُٹھنے کے بجائے لوٹ لگا دی۔ برق پھر خنجر تان کر صرصر کی طرف لپکا۔ صرصر نے دوسرے ہاتھ والے کمند کے کڑے کو تیزی سے گھُما کر ہنٹر کی طرح برق کے مُنہ پر مارا۔ برق نے چکّر کھا کر ڈبکی لگانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ پلٹا ہی تھا کہ رسّی کا بھرپور وار اُس کی پیٹھ پر

پڑا۔ وہ تلملا اُٹھا، پیچھے ہٹ کر اُس نے اُن کمند کا گلے میں پھنسا ہوا ٹکڑا نکالا اور صرصر کی طرف گھُما گھُما کر اِس پر وار کرنے لگا۔ اس پر صرصر نے بے ہوشی کے غبارے اُن پر مارنے شروع کر دیے۔ عُمرو اور برق نے بھی اپنا بچاؤ کرتے ہوئے اُس پر بے ہوشی کے غباروں کی برسات کر دی۔

مُقابلہ جاری تھا کہ اچانک صرصر کی شاگرد صبار فتار آپہُنچی۔ اپنی اُستانی کو تنہا دو عیّاروں سے لڑتا دیکھ کر اُس کا خُون جوش مارنے لگا۔ نعرہ لگا کر وہ برق پر ٹوٹ پڑی۔ برق اُس سے اُلجھ گیا۔ صرصر پہلے کی طرح بڑھ بڑھ کر کمند کے وار کرنے لگی۔ صبار فتار نے محسوس کیا کہ عُمرو صرصر سے کمزور پڑ رہا ہے اور برق سہارا دے رہا ہے۔ برق کو ایسی جگہ دور لے جانے کے خیال سے وہ دوڑتی ہوئی ایک طرف کو ہٹنے لگی۔ ہوتے ہوتے وہ دونوں عُمرو اور صرصر سے دُور ہٹ گئے۔ اس موقع پر صرصر نے اپنے حملوں کو اور تیز کر دیا۔ گھٹنے کی تکلیف عُمرو کو بے حال کیے دے رہی تھی۔ وہ لڑکھڑانے لگا۔ بچاؤ کی اِس کے سوا کوئی صُورت نہ دکھائی دے رہی تھی کہ کرامتی چادر اُوڑھ کر صرصر کی

نگاہوں سے غائب ہو جائے۔

ایک بار پیچھے اُچھل کر اُس نے چاہا کہ زنبیل سے چادر نکال لے مگر اُسی لمحے صرصر کا پھینکا ہوا کمند کا پھندا اُس کے بازو میں جا پھنسا۔ عُمرو نے جھٹکا دے کر اپنا بازو چھُڑا لیا مگر اِس کشمکش میں لڑکھڑا کر گِر پڑا۔ عین اُسی وقت خمار جادُو عُمرو کی تلاش میں اُڑتی ہوئی اِدھر آ نکلی اور پہلی ہی نظر میں وہ عُمرو کو پہچان گئی۔ وُہ اُٹھنے کی کوشش تو کر رہا تھا مگر اُس میں اتنی سُستی آگئی تھی کہ کھڑے ہونے سے پہلے صرصر اُس کی گردن کو کمند میں جکڑ سکتی تھی۔ مگر ابھی وہ کمندہ کا حلقہ اُس کی طرف نہ پھینک پائی تھی کہ خُمار جادُو بجلی بن کر عُمرو پر گری اور دوسرے ہی لمحے اُسے دبوچ کر اُڑ گئی۔ صرصر مُنہ دیکھتی رہ گئی۔ اُس کی سمجھ میں نہ آیا اچانک کون آیا اور عُمرو کو کہاں لے گیا۔

وہ بھاگتی ہوئی سیدھی ملکہ حیرت کے پاس پُہنچی اور سارا ماجرا بیان کر دیا۔ ملکہ حیرت بھی یہ بات سُن کر بڑی حیران ہوئی۔ اُس نے فوراً ایک خط اپنے ہاتھ سے افراسیاب کو لکھا اور سارا واقعہ تحریر کر کے ہدایت طلب کی۔ ایک تیز

رفتار جادُوگر یہ خط لے کر اُڑتا ہوا گُنبدِ نُور کی طرف روانہ ہو گیا۔ عین اُسی وقت افراسیاب نے بھی ایک خط ملکہ کو لکھ کر ایک جادُوگر قاصد کے حوالے کیا تھا اور وہ خط لے کر ملکہ حیرت کے لشکر کی طرف جا رہا تھا۔ دونوں جادُوگر راستے میں ایک دوسرے سے مِل گئے۔ حیرت کے قاصد نے افراسیاب کے قاصد کا خط لیا اور افراسیاب کے قاصد نے حیرت کے قاصد کا۔ اور دونوں اُلٹے پیروں واپس ہو گئے۔

ملکہ حیرت نے افراسیاب کا خط کھول کر پڑھا تو اُس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ لکھا تھا ''خُمار جادُو میرے حکم کے مطابق عُمرو کو گرفتار کر کے لے آئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اُسے تمہارے سامنے ہلاک کروں۔ لہٰذا یہ خط ملتے ہی روانہ ہو جاؤ۔ میں مُنتظر ہوں۔''

ملکہ حیرت نے شادیانے بجانے کا حکم دیا، سردار کو طلب کر کے لشکر کا انتظام اُن کے حوالے کیا اور خُود طلِسمی مور پر سوار ہو کر اُڑتی ہوئی گُنبدِ نور کی طرف روانہ ہو گئی۔

دُشمن کے لشکر میں خوشی کے نقّارے بجتے سن کر مہ رُخ کے جاسوس خبر لینے کو دوڑے۔ واپس جا کر اُنھوں نے خبر دی کہ عُمرو نامدار گرفتار ہو گئے ہیں۔ افراسیاب اُنھیں ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ ملکہ حیرت یہ تماشا دیکھنے کے لیے واپس چلی گئی۔ یہ سُنتے ہی مہ جبیں کے دربار میں کہرام مچ گیا۔ ہر شخص جوش میں آ کر قسمیں کھانے لگا کہ ابھی افراسیاب پر حملہ کریں گے یا عُمرو کو چھُڑائیں گے یا اپنی جان دے دیں گے۔ آخر شہزادہ اسد نے سمجھایا کہ خُدا پر بھروسا رکھو۔ ہمارا گُنبدِ نُور پُہنچنا مُشکل ہے۔ افراسیاب اُن سب کا کُچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ انشاء اللہ وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ تُم سب اِطمینان کے ساتھ دُشمن کے لشکر پر نظر رکھو۔ کِسی قسم کی پریشانی دِل میں نہ لاؤ۔"

اِس پر کُچھ سرداروں نے جوش میں آ کر کہا۔ "اچھا! پھر ہمیں حیرت کے لشکر پر حملہ کرنے کی اجازت دیجیے۔"

شہزادہ اسد نے اِس کی بھی اجازت نہ دی۔ اُس نے کہا۔ "صبر سے کام لو۔ لڑائی میں پہل کرنا ہمارا شیوہ نہیں۔ البتّہ اگر وہ پیش قدمی کریں تو تُمھیں حق

ہے۔" مجبوراً سردار خاموش ہو رہے۔

اُدھر ملکہ حیرت گُنبدِ نُور پہنچی تو اُس نے دیکھا کہ دربار میں عُمرو ایک ستون سے بندھا اور سردار اپنے اپنے مرتبے کے مطابق نشستیں جمائے ہوئے تھے۔ اُسے دیکھتے ہی افراسیاب سمیت سب لوگ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ملکہ کو عُمرو کی گرفتاری کی مُبارک باد دینے لگے۔

ملکہ نے افراسیاب کو آداب کیا۔ افراسیاب نے جواب دے کر اُسے اپنے برابر تخت پر بٹھا لیا اور کہنے لگا۔ "مجھے بس تُمہارا ہی انتظار تھا۔ عُمرو سامنے موجود ہے۔ جیسا تُم کہو گی، ویسا ہی کیا جائے گا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

ملکہ نے شہنشاہ کا شکریہ ادا کیا اور کُچھ سوچ کر بولی۔ "اِس مکّار کو ایسی بے دردی کے ساتھ ہلاک کیا جائے کہ دنیا دیکھے اور عبرت حاصل کرے۔ اِس وقت تو خیر رات ہونے کو آئی ہے کل صُبح سورج نکلتے ہی اِس کا کام تمام کر دیا جائے۔ سپاہی سارے شہر میں منادی کر دیں کہ تمام مرد، عورت، بچّے بوڑھے صُبح سویرے گُنبدِ نُور کے میدان میں جمع ہو جائیں۔ میدان کے بیچ میں دو اُونچے

کھمبے گاڑ کر اُن کے سروں پر مضبُوط رسّا باندھ دیا جائے۔ اس رسّے کے بیچوں بیچ ریشمی رسّی سے عُمرو کو باندھ کر لٹکا دیا جائے۔ پہلے ساری خلقت عُمرو پر پتھّر اور تیر چلائے، اِس کے بعد تیل کا کڑھاؤ کھولا کر عُمرو کو اُس میں ڈال دیا جائے۔ بالا خانے کی چھت پر بیٹھ کر ہم خُود یہ تماشا دیکھیں گے۔"

افراسیاب نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ "بُہت خُوب! ایسا ہی کیا جائے گا۔ مگر رات بھر عُمرو کو کہاں رکھا جائے؟ ضرور اُس کے شاگرد اِسے چھُڑانے کی فکر میں ہوں گے۔ کیا اِسے قید خانے بھیج دیا جائے؟"

ملکہ حیرت کچھ دیر سوچتی رہی۔ پھر بولی۔ "بہتر ہے کہ حضُور ایک ایسا طلِسمی پنجرا تیّار کریں جس میں عُمرو کو بند کیا جا سکے۔ پنجرے کا دروازہ بغیر حضُور کے کوئی بھی دُوسرا کھول نہ سکے۔ ایسا ہو جائے تو اس پنجرے کو شہر کے دروازے پر ٹنگوا دیں۔ رات بھر پنجرا وہیں ٹنگا رہے۔ صبح کو میدان میں لے آیا جائے۔

افراسیاب نے ملکہ کی اِس تجویز کو بُہت پسند کیا۔ اُس نے شہر میں منادی

کرانے کا حکم دے کر جادُو کے زور سے سونے کا ایک پنجرا بنایا اور عُمرو کو اُس میں بند کر دیا۔ ملکہ نے عُمرو کو چھیڑتے ہوئے کہا۔ ”کیوں عُمرو! یہ سونے کا پنجرا پسند ہے نا؟ کُچھ اور بھی خدمت کی جائے تیری؟“

عُمرو نے کہا۔ ”خدمت میں تم لوگوں سے ضُرور لوں گا اور اِس سے پہلے نذرانہ بھی وصُول کروں گا۔ روز روز تھوڑی آتا ہوں تمہارے یہاں۔ بغیر جھولی بھرے واپس نہ جاؤں گا۔“

افراسیاب نے اِس پر ایک زور دار قہقہہ لگایا اور کہنے لگا: ”اچھا تو اب بھی تو یہ سمجھتا ہے کہ زِندہ یہاں سے واپس جا سکے گا۔ یاد رکھ، نہ میرے سوا کوئی دوسرا اِس پنجرے کا دروازہ کھول سکتا ہے نہ اِسے کہیں لے جا سکتا ہے۔ نہ بھُول کہ تیری زندگی کی مدّت میں بس ایک رات ہے۔ سورج نکلنے کے بعد تُو جہنّم رسید کر دیا جائے گا۔“

”اے سبحان اللہ! کیا کہنے۔“ عُمرو نے چڑاتے ہوئے جواب دیا۔ ”جہنّم رسید کرنے کی باتیں اِس طرح کر رہے ہیں جیسے آپ وہاں کے داروغہ مقرّر ہو چکے

ہیں۔ اچھا یاد رکھیے گا۔ اگر آپ یہ وعدہ پورا نہ کر سکے تو دس لاکھ نقد یا گلے میں پڑا ہوا ہار جرمانے میں وصول کر لوں گا۔"

افراسیاب نے عُمرو کے تیور دیکھتے ہوئے بات چیت یہیں ختم کی اور کوئی منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ پنجرا اپنی جگہ سے خُود بخود اُٹھا اور آہستہ آہستہ اُڑتا ہوا شہر کے دروازے پر جا کر لٹک گیا۔ راستے میں جس نے بھی یہ عجوبہ دیکھا، دوڑتا ہوا ساتھ ہو لیا۔ تھوڑی ہی دیر میں شہر کے دروازے پر جمگھٹا لگ گیا۔ جو سُنتا تھا بھاگا ہُوا چلا آتا تھا۔ بچّے تالیاں بجا بجا کر عُمرو کا مذاق اُڑا رہے تھے، عورتیں ٹھٹھولیاں کرتی تھیں۔ جوان آوازے کستے تھے بوڑھے عبرت حاصل کرتے تھے۔ خاصی دیر تک عُمرو بھی مزے لیتا رہا۔ کبھی کِسی کا مُنہ چڑاتا کبھی کسی کی نقل اُتارتا۔

لیکن جب آدھی رات ہونے کو آئی اور مجمع کھسکتا نظر آیا تو پہلے تو وہ کُچھ دیر تک مُنہ لپیٹ کر لیٹا رہا۔ پھر تنگ آ کر اُس نے زنبیل سے پردے نکالے اور اندر سے پنجرے کے چاروں طرف باندھ دیئے۔ مجمع نے کافی دیر تک شور

مچایا، عُمرو کو پردے ہٹا دینے پر زور دیا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ تھک ہار کر لوگ رُخصت ہونے لگے۔ دو بجے رات تک میدان صاف تھا۔ صرف پہرے دار باقی رہ گئے تھے۔ تین بجے تک وہ کبھی اُونگھنے لگے۔ اس وقت تک عُمرو چُپکا بیٹھا رہا۔ پھر جب اُس نے ہر طرف سنّاٹا محسوس کیا تو اُٹھا اور پنجرے کا دروازہ کھولنے کے جتن کرنے لگا۔ ہر طرح کے اوزاروں اور ہتھیاروں سے لے کر دُعاؤں اور کرامتی چیزوں تک ہر شے آزمائی لیکن دروازے کے کھُلنے یا پنجرے کے ٹوٹنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ تھک ہار کر اُس نے گتّا، میدہ اور رنگ و روغن نکالا، بانس کی کھپچیاں اور کاغذ سنبھالا اور اپنے جیسے قد اور جسم کا پُتلا تیّار کرنے لگا۔ اِس کام میں اُسے بڑی محنت کرنی پڑی۔ لیکن اُدھر مُرغ نے بانگ دی، اِدھر پنجرے کے اندر اُس کی شکل کا پُتلا تیار ہو گیا۔

اب عُمرو نے کرامتی چادر نکال کر اوڑھ لی، پردے اُتار کر زنبیل میں ڈالے، پتلے کو پنجرے کی دیوار سے ٹیک لگا کر اِس طرح بٹھا دیا جیسے سو رہا ہو۔ پھر ایک کپڑا اُس پر اِس انداز سے ڈالا کہ چہرے کا صرف آدھا حصّہ دِکھائی دے

سکتا تھا۔ یہ ساری کارروائی کر کے وہ پُتلے کے پہلو میں لیٹ گیا۔ کرامتی چادر اوڑھ لینے کی وجہ سے اُسے کوئی بھی نہ دیکھ سکتا تھا۔

جب صُبح کا نُور ہر طرف پھیل گیا تو شہر کے لوگ پھِر پنجرے کے گرد اکٹھے ہونے لگے۔ پُتلے کو لیٹا دیکھ کر سب یہی سمجھے کہ عُمرو سو رہا ہے۔ اُنہوں نے شور مچانا اور عُمرو پر آوازے کسنا شروع دیے۔ جواب میں عُمرو کبھی کبھی پُتلے کو اِس طرح حرکت دیتا جیسے کوئی آدمی گہری نیند میں کرتا ہے۔ لوگ کہتے کہ عجیب بے فکرا ہے۔ موت سر پر سوار کھڑی ہے، ہلاک ہونے میں صرف چند ساعتیں باقی ہیں اور یہ ہے کہ لمبی تانے سو رہا ہے۔

آخر کار سورج نکل آیا۔ لوگوں کا ہجوم گُنبدِ نُور کے میدان میں جمع ہونے لگا۔ افراسیاب اور حیرت بالاخانے کی چھت پر آبیٹھے۔ دو اُونچے کھمبے میدان میں ایک دوسرے سے خاصے فاصلے پر گاڑ دیے گئے۔ کھمبوں کے سروں پر ایک مضبوط رسّا کس کر باندھ دیا گیا اور ایک ریشمی رسّی اُس رسّے کے بیچوں بیچ لگا دی گئی۔ ریشمی رسّی سے تھوڑے فاصلے پر ایک گڑھے میں مُنہ سے اُوپر تک

سوکھی لکڑیاں چُنی ہوئیں تھیں۔ ان کے اُوپر پتھروں کے پایوں پر ایک بڑا سا کڑھاؤ رکھا تھا جس میں تیل بھرا ہوا تھا۔ پروگرام کے مطابق عُمرو کو ریشمی رسّی سے باندھ کر لٹکایا جانا تھا اور اِرد گرد پھیلے ہوئے لوگوں کو اِس پر پتھّر اور تیر چلانے تھے۔ اِس کے بعد اُسے رسّے پر کھسکا کر کھولتے ہوئے تیل کے کڑھاؤ میں ڈال دیا جانا تھا۔

جوں ہی سپاہیوں نے کڑھاؤ کے نیچے کی لکڑیوں کو آگ دکھائی، افراسیاب نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ اُسی وقت طِلِسمی پنجرا شہر کے دروازے سے جُدا ہوا اور آہستہ آہستہ اُڑتا ہوا گُنبد نور کے میدان کی طرف چلا۔ جتنے لوگ دروازے پر پنجرے کے گرد بھیڑ لگائے ہوئے تھے، وہ سب بھی ہو حق کرتے غُل غپاڑا مچاتے پنجرے کے پیچھے بھاگنے لگے۔ تھوڑی دیر میں پنجرا عین اُس جگہ جا پُہنچ کر زمین پر جا اُترا جہاں ریشمی ڈوری پکڑے جلّاد عُمرو کا اِنتظار کر رہے تھے۔ پنجرے کو دیکھتے ہی سارے مجمع نے شہنشاہ افراسیاب کی جے! خُداوندِ لقا جمشید سامری کی جے کے نعرے بُلند کرنے شروع کر دیے۔

افراسیاب کا چہرہ فخر سے سرخ ہو گیا۔ ملکہ حیرت کی خوشی کا بھی کوئی ٹھکانا نہ تھا۔

جلّاد اور محافظ پنجرے کے ارد گرد گھیرا ڈال کر اُس کا دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگے۔ افراسیاب نے یہ دیکھ کر منتر پڑھا اور تالی بجائی۔ آناً فاناً پنجرا ہوا میں گھُل کر غائب ہو گیا۔ کرامتی چادر کی وجہ سے عُمرو کو کوئی نہ دیکھ سکا۔ سب پُتلے سے لپٹ گئے اور اُسے ریشمی رسّی سے کس کر باندھنے لگے۔ بانس کی کھپچیوں، گتّے اور کاغذ کا بنا ہوا بے جان پتلا بھلا اس دھینگا مُشتی کی کیا تاب لاتا۔ اُس کا بھُرکس نکل گیا۔ یہ دیکھ کر جلّادوں کا خُون خُشک ہو گیا۔ وہ چیخ گئے۔ عالی جاہ! غضب ہو گیا۔ عُمرو غائب ہے۔ صرف اُس کا پُتلا موجود ہے۔"

میدان میں موجود لوگوں میں کھلبلی مچ گئی۔ اُنہوں نے رات عُمرو کو اِسی پنجرے میں بند دیکھا تھا۔ اُس کی باتیں سُنی تھیں، اُس سے چہلیں کی تھیں۔ پنجرے کا دروازہ ایک لمحے کے لیے نہ کھُلا تھا۔ اُن کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ جیتے جاگتے عُمرو کی جگہ اُس کا پُتلا پنجرے میں کیسے بر آمد ہوا؟ وہ سوچنے لگے

کہ ضرور وہ افراسیاب سے بھی بڑا جادُوگر ہے۔ جبھی وہ اُس کے طلِسمی پنجرے سے غائب ہو گیا ہے اور اپنا پُتلا چھوڑ گیا ہے۔ یہ سوچتے ہی لوگوں کے چہرے عُمرو کے خُوف سے زرد زرد ہونے لگے۔ طرح طرح کے وسوسے اُن کے دِلوں میں آنے لگے۔

اِدھر افراسیاب کے اِشارے پر محافظ عُمرو کا پُتلا اُٹھا کر گنبدِ نُور کی طرف چلے۔ اُدھر عُمرو نے کرامتی چادر اُوڑھے، کھمبے اُکھاڑ پھینکے اور کڑھاؤ کے نیچے کی جلتی ہوئی لکڑیاں اُٹھا اُٹھا کر مجمع کی طرف پھینکنے لگا۔ مجمع نے جلتی ہوئی لکڑیاں خود بخود اُوپر آتے دیکھیں تو اُس میں تہلکہ مچ گیا۔ جس کا جدھر مُنہ اُٹھا خوف سے چِلاّتا ہوا بھاگ نِکلا۔

عُمرو ملکُ الموت

میدان میں ہڑبونگ مچی دیکھ کر افراسیاب ملکہ حیرت کے ساتھ بالاخانے سے اُٹھ کر دربار میں جا بیٹھا۔ غصّے سے دونوں میاں بیوی لال ہو رہے تھے۔ محافظوں نے عُمرو کا پُتلا اُن کے سامنے پیش کیا تو اُن کا خُون اور بھی کھول اُٹھا۔ افراسیاب نے فوراً خُمار جادُو کو طلب کیا اور بولا۔ ”کمینی! تیری یہ جرأت کے مُجھے دھوکا دے؟ لائی پُتلے کو اور بولی عُمرو کو لائی ہوں۔“

خمار جادُو افراسیاب کا یہ غصّہ دیکھ کر سر سے پاؤں تک کانپ گئی۔ بڑی مشکل سے جی کڑا کر کے اور ہاتھ جوڑ کر بولی۔ ”شہنشاہ عالی مقام! کنیز بے گناہ ہے۔ یہ سب عُمرو کا شعبدہ ہے۔ میں اُسی کو پکڑ کر لائی تھی۔ ملکہ عالیہ اور خُود حضُور نے بھی اُس سے باتیں کی تھیں۔ لاکھوں شہری بھی اُس سے چھیڑ چھاڑ کرتے

رہے ہیں اور وہ اُن کو جواب دیتا رہا ہے۔ بھلا پُتلا کیسے بول سکتا ہے۔ پھر بھی اگر حضُور کو شک ہو تو کتاب سامری مُلاحظہ فرمائیں۔ ساری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ اگر میرا قصور نکلے جو مناسب ہو سزا تجویز فرمائیں۔ بندی کو کوئی شکایت نہ ہو گی۔"

خُمار جادُو کی یہ بات افراسیاب کے دل کو لگی۔ کتاب سامری کھول کر وہ اصل حقیقت معلوم کرنے لگا۔ لکھا تھا، "خمار جادُو بے قصور ہے۔ وہ عُمرو ہی کو لائی تھی۔ اور وہ آخر وقت تک پنجرہ کے اندر تھا۔ پُتلا رات اُس نے خُود بنایا تھا اور اسے سامنے کر کے خُود رُوپوش ہو گیا تھا۔" یہ حال جانتے ہی افراسیاب نے اپنے وزیر باغبان قُدرت کو حکم دیا۔ "عُمرو ابھی یہیں کہیں ہو گا جس طرح بن پڑے اُسے گرفتار کر کے فوراً میرے سامنے حاضر کر۔"

باغبانِ قُدرت نے ادب سے سر جھکایا اور ایک جانب ہٹ کر خاموشی سے منتر پڑھنے لگا۔

اُدھر میدان میں عُمرو بھاگنے والوں کی جیبوں پر دل کھول کر ہاتھ صاف کرتا رہا۔ اور جب وہاں کوئی نہ رہا تو وہ گُنبد کے دربار میں آ دھمکا۔ کرامتی چادر

اُوڑھے رہنے کی وجہ سے اُسے کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔ بڑے اطمینان سے اُس نے کنیزوں، سرداروں اور وزیروں کی گردنوں، بازوؤں، کانوں اور اُنگلیوں سے زیورات گھسیٹنے شروع کر دیے۔ دربار میں موجود قیمتی برتن، پردے اور دوسرا اسامان سمیٹ کر زنبیل میں داخل کرنے لگا۔ جس کسی کی کوئی چیز جاتی وہ اپنے دائیں بائیں اور آگے پیچھے والے پر شک کرتا مگر جب اپنی چیز اُس کے پاس نہ پاتا تو حیرت اور خوف کے سبب خاموش ہو جاتا۔ باغبان قُدرت لگاتار منتر پڑھ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر عُمرو کا ماتھا ٹھنکا۔ زیادہ دیر وہاں ٹھہرنا اُسے غیر مناسب محسوس ہوا۔ پلک کر اُس نے افراسیاب کی گردن میں پڑے ہوئے ہار پر ہاتھ مارا اور اُسے زنبیل میں ڈال کر وہاں سے چلتا بنا۔ شہر ناپُرساں سے باہر نِکل کر ایک جگہ اُس نے کرامتی چادر سر سے اُتاری۔ لوٹے ہوئے مال کا جائزہ لیا اور پھر خوشی خوشی اپنے لشکر کی سمت چھلانگیں بھرنے لگا۔

دُوسری طرف باغبان قُدرت نے منتروں کا جاپ ختم کر کے تالی بجائی۔ دھویں کا ایک بگولا نمودار ہو کر اُس کے سامنے چکّر کھانے لگا۔ باغان قُدرت نے بگولے کو حکم دیا۔ اِسی وقت جا! زمین آسمان میں جہاں کہیں بھی عُمرو عیّار

ملے اُٹھا کر لے آ۔ حکم ملتے ہی بگولا بجلی کی طرح تڑپ کر دربار سے باہر نِکل گیا۔ پہلے وہ سیدھا آسمان کی طرف اُٹھتا چلا گیا اِس کے بعد ٹھیک اُس سمت کو ہو لیا جدھر کو عُمرو چلا جا رہا تھا۔

عُمرو ابھی شہر ناپُرساں سے زیادہ دُور نہ جا سکا تھا کہ طِلسمی بگولے نے اچانک اُسے جا دبوچا۔ اُس نے بچ نکلنے کے لیے بڑے ہاتھ پیر مارے لیکن ایک نہ چل سکی۔ بگولا اُسے بے بس کر کے لے اُڑا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ باغبانِ قُدرت کے سامنے تھا۔ بگولے کو دفع کر کے باغبانِ قدرت نے عُمرو کا بازو پکڑا اور شہنشاہ افراسیاب کے سامنے پیش کرتے ہوئے بولا۔ ”عالی جاہ! عُمرو حاضر ہے۔“

ملکہ حیرت کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا۔ افراسیاب کی گردن اور اکڑ گئی۔ رُعب کے ساتھ اُس نے عُمرو سے کہا۔ ”کیوں او مکّار! پنجرے سے غائب ہو کر تو بڑا خوش ہوا ہو گا۔ دیکھا! میں نے کِس طرح تُجھے بُلوایا۔ اب مرنے کے لیے تیّار ہو جا۔ میں ہر گز تُجھے معاف نہ کروں گا۔ دنیا کی کوئی طاقت تُجھے نہ بچا سکے گی۔ تیری زندگی کے بس چند لمحے باقی ہیں کوئی وصیّت ہو تو بیان کر۔“

عُمرو نے بے خوفی کے ساتھ جواب دیا۔ ”اے شہنشاہ! تو سخت غلط فہمی میں مُبتلا ہے۔ تُجھے نہیں معلوم کہ میں خداوند لقا کا مَلکُ المَوت ہوں۔ اور مُجھے ہر گز نقصان نہیں پُہنچ سکتا۔ کیا تو نے اِس پر غور نہیں کیا کہ میں تیرے طلِسمی پنجرے سے کس طرح بچ کر نکل گیا۔ کیا کوئی دوسرا اِس طرح غائب ہو سکتا تھا؟ اور کیا تُو نے، تیرے درباریوں اور تیرے شہر کے لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ میدان میں گڑے ہوئے کھمبے خُود بخود ٹُوٹ گرے۔ کڑھاؤ کے نیچے جلتی ہوئی لکڑیاں میرا مذاق اُڑانے والوں پر خُود بخود برسنے لگیں؟“

عُمرو نے یہ اِس اعتماد سے کہا کہ سارے درباری اُس کو واقعی سچّا سمجھنے لگے۔ افراسیاب پر بھی خاصا اثر ہوا۔ پھر بھی شک دُور کرنے کے لیے اُس نے سوال کیا۔

”اگر خُداوند لقا کا مَلک المَوت ہے تو پھر امیر حمزہ کا عیّار کیوں مشہور ہے؟ میرے باغیوں کی حمایت کیوں کرتا ہے۔ میرے وفاداروں کو کیوں قتل کرتا ہے؟“

عُمرو نے کہا "اے افراسیاب! مجھے خُداوندِ لقا نے صرف اُن لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو ظاہر میں اُس پر ایمان رکھتے ہیں لیکن اندر سے کسی اور کے پُجاری ہوتے ہیں۔ ان سب کے نام خُداوندِ لقا نے مجھے بتا دیے ہیں۔ اِس سے زیادہ کسی سوال کا جواب دے کر میں رازِ خُداوندی ظاہر نہ کروں گا۔ تیرا جی چاہے مان، نہ چاہے نہ مان۔ البتّہ اگر ہے کہے تو میں اپنی سچائی کے ثبوت کے طور پر اپنے وہ کمالات تیرے سامنے پیش کروں جو خُداوندِ لقا کی عنایت کے بغیر مُجھے یا کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکتے۔"

درباریوں اور وزیروں حتیٰ کہ ملکہ حیرت تک نے افراسیاب کو یہی مشورہ دیا کہ وہ عُمرو کا امتحان لے۔ اور اگر وہ غیر معمولی خُدائی قُوّت کا مظاہرہ کرے تو بے شک اُسے خداوند لقا کا مَلَکُ المَوت سمجھنا چاہیے۔ اُس کے ساتھ عزّت سے پیش آنا چاہیے۔ لیکن اگر وہ ناکام رہے تو اُسے امیر حمزہ کا وفادار دوست سمجھتے ہوئے فوراً ہلاک کر دینا چاہیے۔

افراسیاب نے عُمرو سے کہا۔ ”میں تُجھے کُچھ دیر کو مُہلت دیتا ہوں۔ اگر تُو نے ایسے کمالات دِکھائے جس درباریوں کی رائے میں خُدائی ٹھہرے تو میں تُجھے آزاد کر دوں گا۔ ورنہ تڑپا تڑپا کے ہلاک کروں گا۔“

عُمرو نے ہامی بھر لی۔ اِس پر افراسیاب کے اِشارے پر باغبانِ قدرت نے اُسے چھوڑ دیا۔ عُمرو چند قدم پیچھے ہٹا اور کہنے لگا۔ ”ملاحظہ فرمائیے! غور کیجیے! کیا یہ کام کوئی ایسا شخص کر سکتا جسے خداوندِ لقا نے خاص قوّت نہ بخشی ہو۔“ سب لوگ بڑے غور سے عُمرو کو دیکھنے لگے کہ کیا کمال دِکھاتا ہے۔

عُمرو نے زنبیل میں ہاتھ ڈال کر ایک رنگ برنگی گیند اور کرامتی چادر نکالی۔ گیند کو اُوپر کی طرف اُچھالا اور پھُرتی سے چادر اُوڑھ لی۔ سب لوگ گیند کو دیکھنے لگے تھے۔ چادر کو کوئی نہ دیکھ سکا۔ گیند جا کر ہال کی چھت پر چپک گئی تھی مگر یہ کوئی ایسی غیر معمولی بات نہ تھی کہ اس پر تعجّب کیا جاتا۔ معمولی سے معمولی جادُوگر بھی ایسے شعبدے دِکھا سکتے تھے۔ لوگوں نے گیند سے نگاہ ہٹا کر حقارت کے ساتھ عُمرو کی جانب دیکھا مگر اُن کے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ عُمرو غائب تھا۔ کسی نے بھی اُسے جاتے نہ دیکھا تھا۔ قریب کوئی ایسی جگہ

بھی نہ تھی جِس کی اوٹ میں وہ چھُپ سکتا۔ اب جا کر اُن کی سمجھ میں آیا کہ اصل کارنامہ گیند کو چھت پر چپکانا نہیں بلکہ دیکھنے والوں کی نگاہوں سے غائب ہونا ہے۔ لوگ چلّا اُٹھے۔ "بلا شُبہ خُداوندِ لقا کی بخشی ہوئی طاقت کے بغیر کوئی اِس طرح غائب نہیں ہو سکتا۔"

یہ کرتب دکھا کر عُمرو چُپکے سے دربار سے باہر نِکل گیا۔ ایک گوشے میں جا کر اُس نے ایک انتہائی خوب صورت لڑکی کا بہروپ بھرا، زرق برق لباس پہنا، کرامتی چادر کو تہہ کر کے رکھا اور پھر بڑی شان سے دربار میں داخل ہوا۔ سب لوگ ٹکٹکی باندھ کر اُسے دیکھنے لگے۔ خُود افراسیاب بے خُود ہُوا کہ آگے بڑھ کر اُسے سلام کیا پھِر ہاتھ پکڑ کر اُسے ساتھ تخت پر بٹھا لیا۔ ملکہ حیرت افراسیاب کے دُوسرے پہلو میں بیٹھی تھی۔ اُس کا خون کھولنے لگا۔ وہ جانے کے لیے کھڑی ہوئی مگر کسی نے اُس کی پروانہ کی۔

لیکن ملکہ نے تخت کے زینے پہ پہلا قدم ہی رکھا تھا کہ عُمرو تڑّپ کر نیچے جا پہنچا اور ملکہ کو روکتے ہوئے اصل آواز میں بولا۔ "حضور! آپ اپنی جگہ تشریف رکھیں۔ میں نے تو صرف اپنا بھیس بدلنے کا کمال دکھایا ہے۔"

یہ کہہ کر جلدی جلدی اُس نے اپنے چہرے کا رنگ و روغن صاف کیا اور اصلی شکل میں ظاہر ہو گیا۔ سارے درباری عش عش کر اُٹھے۔ کئی سردار بُلند آواز سے چیخ پڑے۔ "بلا شُبہ بھیس بدلنے کا یہ کمال خُداوند لقا کی بخشی ہوئی طاقت کے بغیر ناممکن ہے۔"

عُمرو نے اہلِ دربار کو خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اب گانے کا کمال دیکھیے!" یہ کہہ کر اُس نے زنبیل سے اِکتارا نِکالا۔ تان لے کو میٹھے سُروں میں گانے لگا۔ ایسا گانا، ایسی سریلی آواز اور دُھن میں کِسی نے کاہے کو سُنا تھا۔ افراسیاب اور ملکہ حیرت سمیت سب مست ہو کر جھُومنے اور اپنا سر دُھننے لگے۔

اچانک عُمرو نے گاتے گاتے، شربت کی صُراحی اُٹھائی اور اہلِ دربار کو پیالے بھر بھر کے پلانے لگا۔ ایک ایک پیالہ تو اُس نے سب کو خالِص شربت دیا مگر اُس کے بعد آنکھ بچا کر دوسری صراحیوں میں دوائے بے ہوشی ملا دی۔ جو پیتا گیا ہوش و حواس کھوتا گیا۔ ہوتے ہوتے سب ایک حال میں ہو گئے۔ یہ رنگ

دیکھ کر عُمرو نے گانا بند کر کے خنجر نکالا اور نعرہ مارا۔ ”اے بے دینو! اب میرا اصل کمال دیکھو۔“

یہ کہہ کر وہ درباریوں پر پل پڑا۔ کسی کا سینہ چاک کیا اور کسی کا سر گردن سے جُدا کر دیا۔

پچیس تیس جادُوگروں کو قتل کرنے کے بعد وہ ان کا مال اور دربار کا ساز و سامان لُوٹنے لگا۔ جادُوگروں کے مرنے سے زبردست شور و غل پیدا ہو گیا تھا۔ تاریکی چھا گئی۔ جادُوگروں کے ہمزاد مرنے والوں کے ناموں کا اِعلان کرنے لگے۔ عُمرو ڈرا کہ یہ چیخ و پُکار سُن کر گُنبد کے اِرد گِرد کے مُحافظ جادُوگر اندر نہ آ جائیں اور اس کا کام ادھورا ہی رہ جائے۔ یہ سوچ کر اُس نے لوٹ مار بند کی اور خنجر تانے ہوئے ملکہ حیرت اور شہنشاہ افراسیاب کی طرف دیکھا۔

افراسیاب ملکہ حیرت کے ساتھ تخت پر بے ہوش پڑا تھا۔ عُمرو کے سوا دربار کے اندر کوئی بھی ایسا شخص نہ تھا جو ہوش میں ہو۔ عُمرو کو یقین تھا کہ چند لمحوں کے اندر وہ اُن دونوں کے سر تَن سے جدا کر کے طِلسم ہوش رُبا کو اِن کے ناپاک وجود سے پاک کر دے گا۔ ان کے نام ہمزاد غُل مچائیں گے۔ ہائے مُجھے

ہلاک کیا۔ میرا نام افراسیاب جادُو تھا۔ میری شمعِ حیات گُل کر دی میرا نام حیرت جادُو تھا۔

تخت کی سیڑھیاں دم بدم عُمرو کے قدموں کے قریب ہوتی جارہی تھیں۔ اُس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مُسکراہٹ کھیلنے لگی۔ وہ اپنی زندگی کا ایک بڑا اور قابلِ فخر کارنامہ سرانجام دینے والا تھا۔ لیکن آناً فاناً اُس کی اُمّیدیں خاک میں مِل گئیں۔ تخت اُس سے چند قدم دور رہ گیا تھا کہ اچانک زمین شق ہوئی۔ دو طِلسمی محافظ پریاں اُس میں سے نِکل کر افراسیاب کے پاس پہنچیں اور اُسے لخلخہ سُنگھانے لگیں۔ افراسیاب کو ہوش آنے گا۔ اب عُمرو بھاگ بھی نہ سکتا تھا۔ پھُرتی کے ساتھ وہ پُلٹا اور لاشوں کے ڈھیر میں چھُپ گیا۔ اِسی حالت میں جِس قدر مُمکن ہو سکا اپنا چہرہ تبدیل کر لیا۔ جگہ جگہ نقلی زخم لگا کر لاشوں کے اُنہیں لاشوں کے خُون سے تر کر لیا اور دم سادھ کر لیٹ رہا۔ اُدھر پریاں افراسیاب کو ہوش میں لا کر غائب ہو چکی تھیں اور وہ خونخوار نگاہوں سے سارے دربار کا جائزہ لے رہا تھا۔ بُہت سے قیمتی پردے، گُل دان، عُود دان غائب تھے، ایک جگہ پچیّس تیس لاشوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ باقی درباری بے

ہوش تھے۔ افراسیاب کو یہ سمجھنے میں زیادہ دیر نہ لگی کہ ساری کارستانی اُسی عُمرو عیّار کی ہے جو خُود کو خُداوندِ لقا کا مَلکُ المَوت ثابت کر رہا تھا۔ افراسیاب نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ ابر کا ایک ہلکا سا ٹکڑا دربار کی چھت پر ظاہر ہُوا اور اُس میں سے ننھی بوندوں کی پھوار سارے درباریوں پر برسنے لگی۔ چند لمحوں میں سارے درباری ہوش میں آ گئے اور آنکھیں پھاڑ کے ہر طرف دیکھنے لگے۔ افراسیاب پر نگاہ ڈالتے ہی اُنہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور ادب کے ساتھ اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔

افراسیاب کتابِ سامری کھول کر عُمرو کا حال دیکھنے لگا۔ اُسی لمحے صرصر عیّارہ، جو لشکر گاہ سے سیدھی چلی آ رہی تھی دربار میں داخل ہوئی۔ یہ حال دیکھ کر وہ سخت حیران ہو گئی۔ لیکن افراسیاب کو کتاب میں مشغول پا کر تخت کے قریب کھڑی ہو گئی۔ افراسیاب کو کتاب سامری سے پتا چل گیا کہ عُمرو لاشوں کے ڈھیر میں چھپا ہوا ہے اور خود کو مُردہ بنائے خاموش پڑا ہے۔ کُچھ خدمتگار لاشوں کو اُٹھانے کے لیے بڑھ رہے تھے۔ افراسیاب نے اُنہیں روک دیا اور صرصر کو فوری بُلا کر عُمرو کو پکڑنے کا حکم دیا۔ کتابِ سامری سے افراسیاب کو

یہ بھی پتا چلا تھا کہ آنے والی گھڑیاں اُس پر بُہت سخت ہوں گی۔ چنانچہ وہ آرام کرنے کا بہانہ کر کے خواب گاہ میں چلا گیا۔ ملکہ حیرت وہیں رہی۔

اُدھر صرصر نے لاشوں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھنے کے بعد عُمرو کو پہچان لیا لیکن جیسے ہی عُمرو کو اِحساس ہوا کہ صرصر اُسے پکڑنے والی ہے، اُس نے بے ہوشی کا غُبارہ صرصر کے مُنہ پر پھینک مارا، وہ بے ہوش ہو گئی۔ عُمرو نے انتہائی پھُرتی کے ساتھ اُسے ایک کپڑے میں باندھا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ درباری محافظ اور خدمتگار کچھ نہ سمجھ سکے کہ یہ کیا ہو رہا ہے! وہ مُنہ پھاڑے حیرانی کے ساتھ عُمرو کو جاتا دیکھ رہے تھا کہ ملکہ حیرت نے اُنہیں للکارا۔

"کم بختو! دیکھتے کیا ہو! بھاگنے والے کو پکڑ لو۔ یہ عُمرو ہے، صرصر کو لیے جا رہا ہے۔"

یہ سُنتے ہی سارے محافظ باز کی طرح عُمرو پر جھپٹ پڑے۔ مگر عُمرو بھلا اُن کی پکڑ میں کیا آتا۔ وہ محل سے نِکل کر پہلے اُنہیں شہرِ ناپُرساں کی گلیوں میں دوڑاتا رہا مگر جب دیکھا کہ شہر کے باشندے بھی اُس کی راہ روکنے لگے ہیں تو سب کو جُل دے کر محل کے پچھواڑے والے جنگل کی طرف نِکل گیا۔ اِتّفاق

سے صر صر کی دو شاگرد عیّار نیں صبا رفتار اور شمیمہ وہاں پر چوکسی کر رہی تھیں۔ عُمرو کی اُن سے مُڈ بھیڑ ہو گئی۔ دونوں نے عُمرو کو پہچان کر مُقابلے کے لیے للکارا۔ عُمرو نے صر صر کو ایک گڑھے میں چھُپایا اور خود اُن کے سامنے جا ڈٹا۔ آگے پیچھے دائیں بائیں بڑھتے دونوں عیّارنوں نے عُمرو کو خوب خوب نچایا۔ پر کِسی کا کسی پر بس نہ چل سکا۔ آخر کار یہ دونوں عیّار نیں عُمرو کو باری باری جُل دے کر غائب ہو گئی۔ اس عرصے میں صر صر کو بھی ہوش آ چکا تھا۔ خُود کو جنگل کے ایک گڑھے میں پا کر وہ ہڑبڑا کر اُٹھی اور اِدھر اُدھر دیکھ کر محل کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔ عُمرو پلٹ کر گڑھے پر آیا وہاں اُس چادر کے علاوہ کُچھ نہ تھا جس میں صر صر کو بندھا ہوا چھوڑ گیا تھا۔ اُسے سخت غصہ آیا۔ جلد جلد اُس نے بھیس بدلا اور اپنے لشکر کی راہ لینے کے بجائے عیّارنوں سے بدلہ لینے اور اُنہیں نیچا دکھانے کے خیال سے پھِر گُنبدِ نُور کی طرف چل دیا۔

آدھے سے زیادہ فاصلہ طے کرنے کے بعد راستے میں ایک جگہ اُسے کُچھ لوگ ہنگامہ کرتے نظر آئے۔ ایک بوڑھا شخص پانچ آدمیوں میں گھِرا ہوا

تھا۔ کوئی اُسے دھمکا رہا تھا، کوئی گھسیٹ رہا تھا۔ کوئی دھپ مار رہا تھا۔ اور بوڑھا خُود کو چھُڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ عُمرو کے پوچھنے پر ایک شخص نے کہا۔

"ہم ملکہ حیرت کے خادم ہیں۔ یہ شخص شاہی مداری ہے۔ آج دربار میں کچھ گڑبڑ ہونے کی وجہ سے شہنشاہ کی طبیعت بڑی اُداس ہو گئی ہے۔ ملکہ کی ہدایت کے مطابق ہم اس شخص کو لے جانا چاہتے ہیں کہ رات کو دربار میں تماشے دِکھا کر شہنشاہ کا دِل بہلائے مگر یہ جانے کو تیّار نہیں ہوتا۔"

یہ سُن کر شاہی مداری نے فریاد کرتے ہوئے کہا۔

"بھائی! مجھے بچاؤ۔ یہ لوگ مُجھے مروا دینا چاہتے ہیں۔ میرے لیے حکم ہے کہ جب بھی دربار میں جاؤں کوئی نیا تماشا دِکھاؤں۔ مگر گھریلو پریشانیوں کی وجہ سے میں کوئی نیا تماشا تیّار نہیں کر سکا۔ پرانے کھیل دِکھاؤں گا تو شہنشاہ کے عتاب کا شکار بنوں گا۔ رشوت دینے کو تیّار ہوں کہ جا کر کوئی بہانہ کر دیں مگر یہ نہیں مانتے۔"

عُمرو کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ اُس نے بوڑھے مداری اور ملکہ ے خادموں کو تسلّی دیتے ہوئے کہا۔ "بس! اتنی سی بات ہے؟ دو منٹ صبر کرو۔ میں سارا

معاملہ طے کیسے دیتا ہوں۔ سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے گی۔ آؤ بڑے میاں! ذرا الگ ہو کر دو باتیں مُجھ سے کر لو۔"

یہ کہہ کر عُمرو بڑے میاں کو ایک جھاڑی کی اوٹ میں لے گیا اور راز داری کے لہجے میں کہنے لگا۔ "رشوت دینے کے لیے جو رقم تیرے پاس ہے مجھے دے دے۔ میں تیری جان چھُڑائے دیتا ہوں۔"

بوڑھے نے جلدی سے ایک تھیلی عُمرو کے حوالے کر دی۔ اُس نے تھیلی کو اپنی زنبیل میں رکھا اور بوڑھے سے کہنے لگا۔ "جلدی سے اپنے کپڑے اتار اور میرے پہن لے۔ تیری شکل اپنی جیسی بنا دیتا ہوں۔ خُود تیرا بہروپ بھرتا ہوں۔ پھر میں جانوں اور وہ جانیں۔ تو جان بچا کر نکل جانا۔"

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں خادموں کے سامنے آئے۔ لیکن اب عُمرو شاہی مداری بنا ہوا تھا اور شاہی مداری عُمرو کے بھیس میں تھا۔ نقلی مداری نے آتے ہی ملکہ حیرت کے خادموں سے کہا۔ "بس بھائیو! جھگڑا ختم ہوا۔ میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیّار ہُوں۔ اِس شخص نے مُجھے ایسی ترکیب بتا دی ہے کہ اگر شہنشاہی کو میرا کھیل نہ بھی پسند آیا تو وہ میری جان بخش دے گا۔"

اس پر خادموں نے نقی عُمرو کا شکریہ ادا کیا اور نقلی مداری کو ساتھ لے کر گُنبدِ نُور کی طرف چل دیے۔ نقلی عُمرو کو یعنی اصلی مداری ان سب سے مست ہو کر اصلی عُمرو کو دعائیں دیتا اپنے گھر کی طرف گیا۔

رات کو افراسیاب کے دربار میں نقلی مداری نے دلچسپ کرتب دکھا کر سب کو بُہت خُوش کیا۔ آخر میں اُس کے اشارے پر ملکہ حیرت کے خادموں نے وہ موٹی موٹی مُوم بتّیاں لا کر دربار میں لگا دیں جو اُس نے شام کو خاص طور پر تیّار کی تھیں۔ یہ کام ہو گیا تو نقلی مداری نے ہاتھ جوڑ کر افراسیاب سے کہا۔

"عالی جاہ! اب میں اپنا سب سے شان دار شُعبدہ پیش کرتا ہوں۔ اِس کی تیّاری میں مجھے برسوں محنت کرنی پڑی ہے۔ یہ موم بتّیاں جو ابھی دربار میں لگائی گئی ہیں عجیب چیز ہیں۔ اِن کی روشنی میں راجا اِندر کے دربار کا منظر دکھائی دینے لگتا ہے۔ پریوں کی ٹولیاں ناچتی گاتی اور آپس میں چہلیں کرتی صاف نظر آتی ہیں۔ شرط یہ ہے کہ ان کو جلانے سے پہلے ہال کے سارے دروازے کھڑکیاں اور روشن دان بند کر دیے جائیں اور دوسری ساری روشنیاں بجھا دی جائیں۔"

افراسیاب نے خادموں کو نقلی مداری کی ہدایت پر عمل کرنے کا اشارہ کیا۔ اُدھر روشنیاں گُل ہوئیں، کھڑکیاں دروازے بند ہوئے اور اُدھر نقلی مداری نے اپنی ناک میں روئی ٹھونس کر اور ایک مشعل جلا کر موم بتّیاں روشن کرنی شروع کر دی۔ اُن موم بتّیوں میں بے ہوشی کی دوا مِلی ہوئی تھی۔ اُن کا دھواں دربار میں بیٹھے ہوئے ہر شخص کی سانس میں شامل ہونے لگا اور دوا کے اثر سے اُن کا دماغ گھُومنے لگا۔ کِسی نے عُمرو کو ہوا میں تیرتے ہوئے محسوس کیا، کسی نے اپنے آپ کو آسمان کی طرف اُڑتا پایا، کسی نے آواز دی۔ "مجھے راجا اِندر دکھائی دے رہا ہے۔" کوئی پُکارا۔ "ہے ہے، کیا پریاں ناچ رہی ہیں۔" آخر کُچھ دیر ہڑبونگ کرنے کے بعد سب بے ہوش ہو گئے۔ عُمرو نے خنجر نِکالا اور جادُوگر سرداروں کے سر تَن سے جُدا کرنے لگا۔

پچیس تیس نامور جادُوگروں کو ہلاک کرنے کے بعد اُس نے مالِ غنیمت بٹورنا شروع کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بے ہوش درباریوں کی نقدی، انگوٹھیاں، مالائیں اور پگڑیاں وغیرہ اور دربار میں موجود سارا قیمتی سامان اُس کی زنبیل میں جا چکا تھا، اُس نے پھر خنجر نِکالا اور افراسیاب اور حیرت کو قتل کرنے کی

نیّت سے تختِ شاہی کی طرف بڑھنے لگا لیکن وہ تخت کے قریب پُہنچا ہی تھا کہ پہلے کی طرح پھر زمین شق ہوئی، دو پریاں اوپر آئیں۔ ایک نے حیرت کے سر کو اپنے زانُو پر رکھا، دُوسری نے افراسیاب کو سنبھالا اور اُنہیں ہوش میں لانے کی کوششیں کرنے لگیں۔ یہ رنگ دیکھتے ہی عُمرو نے کرامتی چادر اوڑھی اور دروازہ کھول کر دربار سے باہر نکل گیا۔

دو مرتبہ دربار کو لوٹنے سے اُسے اِتنا مالِ غنیمت حاصل ہو چکا تھا کہ اب وہاں ٹھہرنا اُسے دوبھر ہو رہا تھا۔ عیّارنوں سے مُقابلہ کرنے کا خیال دِل سے نِکال کر اُس نے اپنے لشکر کا رُخ کیا اور ہوا میں فرّاٹے بھرتا روانہ ہو گیا۔

اسد کے سمجھانے سے لشکر کے سردار عُمرو کے انجام کے بارے میں تو پُر اُمّید ہو گئے تھے۔ اور اُنھوں نے شہر ناپُرساں پر چڑھائی کرنے کا خیال چھوڑ دیا تھا مگر اُن کے دل ہر وقت فکر مند رہتے تھے۔ عُمرو کی جُدائی اُنہیں بے چین رکھتی تھی۔

وہ اُس کے لیے ہر وقت دعائیں مانگتے رہتے تھے۔ ایسے میں جو عُمرو اچانک وہاں پہنچا تو اُن کے دِلوں کی مُرجھائی ہوئی کلیاں کِھل اُٹھیں۔ ہر طرف خُوشی

کے قہقہے گونجنے لگے۔ لوگ جوش میں آکر ایک دوسرے سے گلے ملنے اور عُمرو کی بخیریت واپسی پر مبارک باد دینے لگے۔ اُس رات مہ رُخ کے لشکر میں شان دار جشن منایا گیا۔ راگ رنگ کھیل تماشوں کی محفلیں مُنعقد ہوئیں۔ چراغاں کیا گیا۔ آتش بازی چھوڑی گئیں۔ مہ جبیں کی محفل میں جب عُمرو نے اپنی گرفتاری سے واپسی تک کا سارا قصّہ بیان کیا۔ اُس کی عیّاری اور افراسیاب کی پریشانی پر ہنستے ہنستے بہتوں کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ ملکہ مہ رُخ نے ہنستے ہوئے عُمرو سے کہا۔

"خواجہ جی! آپ لقا کے مَلَکُ المَوت نہیں تو لقا کے بندوں کے لیے ضرور مَلَکُ المَوت ہیں۔"

"ہاں!" عُمرو نے قہقہہ لگاتے ہوئے جواب دیا۔ "بات شاید اب افراسیاب بھی سمجھ گیا ہو گا۔"

بہار جادُو فکر مند لہجے میں بولی۔ وہ سخت غصّے میں ہو گا، جلد ہی حیرت جادُو کو یہاں بھیج دے گا اور وہ خوفناک انتقام لے کر ضرُور اس کے دِل کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرے گی۔"

”کوئی فکر نہیں۔“ عُمرو نے کہا۔ ”تم جانو، وہ جانے۔ میرا دل تو امیر حمزہ کے لیے بے چین ہو رہا ہے۔ اتنے دنوں سے کوئی خبر نہیں ملی کہ لقا اور سلیمان عنبریں کے مُقابلے میں اُن پر کیا گزری۔ سوچتا ہوں، کُل ہی اُن سے مِلنے کے لیے روانہ ہو جاؤں۔“

امیر حمزہ دُشمنوں کے پھندے میں

یہ سُن کر ملکہ مہ رُخ پریشان ہو گئی۔ دُشمن کی تازہ دم فوج اُس کے سامنے ڈیرہ ڈالے پڑی تھی۔ افراسیاب اُس کے خُون کا پیاسا تھا۔ صدہا لشکر اور ہزاروں زبردست جادُوگر وہ اُس کے مُقابلے پر بھیجنے کے لیے مُستعد تھا جِن سے عُمرو کی مدد کے بغیر نپٹنا مہ رُخ کے بس سے باہر تھا اور عُمرو تھا کہ امیر حمزہ کے پاس جانے کی سوچ رہا تھا۔ مہ رُخ اس بات کو کیسے پسند کر سکتی تھی۔ عُمرو کو اِس خیال سے باز رکھنے کے لیے اُس نے کُچھ کہنا چاہا۔ اُسی لمحے اُس کی نگاہ شہزادہ اسد پر پڑی۔ شہزادے نے فوراً آنکھ کے اشارے سے اُسے منع کر دیا۔ اُس وقت تو مہ رُخ چُپ ہو گئی۔ مگر کُچھ دیر بعد شہزادہ اسد کے پاس جا کر کہنے لگی

”شہزادہ صاحب! عُمرو کو روکنا بے حد ضروری ہے۔ اگر وہ چلے گئے تو ہمارے لشکر کا دل ٹوٹ جائے گا اور دشمن سے مُقابلہ کرنا ہمارے لیے ناممکن ہو جائے گا۔“

شہزادے نے اُسے تسلّی دیتے ہوئے کہا۔ ”آپ بالکل فکر نہ کریں۔ دادا جان کی اِس بات کا مطلب اُس کے سوا کُچھ نہیں کہ یا تو وہ مذاق کر رہے ہیں یا پھر نذرانہ وصُول کرنا چاہتے ہیں۔ فی الحال آپ خاموش رہیں۔ کل دیکھا جائے گا۔“

لیکن شہزادہ اسد کا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ عُمرو واقعی روانگی کے لیے تیّار تھا اور ایک ایک کر کے کتنے ہی سرداروں سے رُخصت بھی لے چکا تھا۔ اُس کے شاگرد بھی اُسے روکنے میں ناکام رہے تھے۔ ملکہ مہ جبیں، شہزادہ اسد، ملکہ مہ رُخ اور بہار جادُو نے اُسے سمجھانے کی بڑی کوشش کی لیکن وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ یہ دیکھ کر وہ بھی خاموش ہو گئے۔

عُمرو اُن سے رُخصت ہونے لگا۔ سب کے بعد وہ شہزادہ اسد سے بغل گیر ہوا اور اُسے پیار کرکے دُعائیں دیں۔ اُس وقت دونوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دھارے بہ نکلے۔

شہزادہ اسد لاکھ چاہتا تھا کہ عُمرو کو کسی نہ کسی بہانے روک لے مگر خود داری اُس کے آڑے آجاتی تھی۔ اُس کی زبان ہی نہ کھلتی تھی، مہ رُخ، مہ جبیں، دل آرام، بہار جادُو اور دوسرے سب لوگ عُمرو کی روانگی پر سخت بے چین تھے مگر شہزادہ اسد کے خیال سے کُچھ نہ بول سکتے تھے۔ رہ رہ کر وہ پُر اُمّید نگاہوں سے تکنے لگتے تھے۔ شہزادہ اسد چاہتا تھا کہ وہ لوگ عُمرو کو روکنے کی کوشش کریں۔ لیکن رات خُود اُس نے ہی اُنہیں منع کر دیا تھا۔ وہ بے چارے کیا کر سکتے تھے۔ آخر کار عُمرو سب سے رخصت ہو کر چل دیا۔ اپنے بچپن کے دوست امیر حمزہ کی محبّت اُس کے دِل میں اپنی شدّت سے بھڑک اُٹھی تھی کہ اگر بس چلتا تو وہ اُڑ کر اُن کے پاس جا پُہنچا۔ مدّت سے اُن کی خیر و عافیت نہ معلوم ہونے سے طرح طرح کے وسوسے اُس کے دِل میں پیدا ہو رہے

تھے۔ جِن سے نجات پانے کی اُس کے نزدیک بس یہ ایک صورت تھی کہ خود جا کر حالات معلوم کرے۔

دربارِ خاص کے شامیانے کے باہر تک لوگ عُمرو کو چھوڑنے کے لیے آئے۔ یہاں اُس نے ایک بار پھر سب کو باری باری الوداع کہا۔ لیکن ابھی اُس نے پہلا ہی قدم اٹھایا تھا کہ دشمن کے لشکر میں زبردست غلغلہ بلند ہوا۔ نعروں اور نقّاروں سے زمین آسمان تھرّانے لگے۔ اُسی لمحے عُمرو کی نگاہ ملکہ مہ رُخ کے طلِسمی جاسوس پرندے پر جا پڑی جو دُشمن کے لشکر کی طرف سے تیر کی طرح اُڑا چلا آ رہا تھا۔ عُمرو کا بڑھا ہوا قدم خُود بخود رُک گیا۔ اُس کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔ طلِسمی پرندہ آ کر سیدھا ملکہ مہ رُخ کے کاندھے پر آ بیٹھا اور اپنی زبان میں اُس سے کُچھ کہہ کر اُڑ گیا۔ عُمرو نے نگاہیں مہ رُخ کے چہرے پر گاڑ دیں۔ دوسرے سب لوگ بھی سوالیہ نگاہوں سے مہ رُخ کو دیکھنے لگے۔ اُس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ چُکا تھا۔ ہر ایک پر چھچھلتی نگاہ ڈالتے ہوئے اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”ملکہ حیرت واپس آ گئی ہے۔“

یہ سُنتے ہی سب سنّاٹے میں آ گئے۔ لیکن چند ہی لمحوں بعد عُمرو کے الفاظ سُن کر اُن کے چہروں پر جوش کی سُرخی دوڑنے لگی۔ عُمرو کہہ رہا تھا۔ "پیارے دوست! امیر حمزہ خُدا حافظ! میں تو تمہارے پاس پُہنچنے کے لیے چل کھڑا ہوا تھا مگر اب نہ آؤں گا۔ حیرت کی اچانک واپسی نے تمہارے اور میرے خیر خواہوں کو دہشت زدہ کر دیا ہے۔ میرا اُن کے پاس رہنا ضروری ہے۔ زندگی رہی، خُدا کو ملانا ہوا تو حیرت ملعونہ سے نمٹنے کے بعد پُہنچنے کی کوشش کروں گا۔ تب تک کے لئے خُدا حافظ۔"

ملکہ مہ رُخ نے پوری قُوّت سے چلّاتے ہوئے نعرہ لگایا۔ "خواجہ عُمرو! جواب میں سارے سرداروں نے چیخ کر کہا۔ "زندہ باد۔" اِس کے بعد آناً فاناً مہ رُخ کے پورے لشکر میں "خواجہ عُمرو زندہ باد!" کے نعرے اِتنی شدّت سے گونجنے لگے کہ دُشمن کے لشکر کی آوازیں اُن میں دب کر رہ گئیں۔

عُمرو نے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا لیکن حالات نے ثابت کر دیا کہ امیر حمزہ کے بارے میں اُس کی پریشانی بے جا نہ تھی۔ کوہ عقیق کی سرحد پر صورتِ حال نے اچانک پلٹا کھایا تھا۔ سرمست جادُو کے مارے جانے اور سعد بن قباد

کے آ جانے کی وجہ سے کُچھ دِنوں تک لشکر امیر حمزہ میں خُوشی اور فتح کے نقّارے بجتے رہے۔ لقا، فرامرز، بختیارک اور سلمان عنبریں تباہی کے خُوف سے تھرّانے رہے۔ مگر پھر افراسیاب کے حکم کے مطابق حسینہ جادُو اُن کی مدد کو آپہُنچی۔ جادُوگروں کی ایک زبردست فوج اُس کے ساتھ تھی۔ وہ خُود بھی بے مثال ساحرہ تھی اور زمانے بھر کے چھٹُے ہوئے عیّار بھی ساتھ رکھتی تھی۔

دوسرے ہی دن اُس نے میدانِ جنگ آراستہ کیا۔ اپنی فوج کے ایک بہادر پہلوان ببران کو جنگ کے لیے آگے نکلنے کا اِشارہ کیا۔

ببران نے میدان میں آکر نعرہ لگایا۔ امیر حمزہ کے لشکر سے بہرام اُس کے مقابلے پر آیا۔ وہ چاہتا تھا کہ نیزے کے ایک ہی وار سے ببران کا کلیجہ چھید دے کہ اُسی لمحے حسینہ جادُو نے منتر پڑھ کر پھُونکا۔ بہرام کے جسم کی طاقت جاتی رہی۔ ببران نے لپک کر ایک ہاتھ سے اُس کا نیزہ چھینا اور دُوسرے ہاتھ سے گردن پکڑ کر اُسے نیچے گھسیٹ لیا۔ بہرام نے ہاتھ بھی نہ ہلایا۔ ببران نے اُسے باندھ کر اُسے عیّاروں کے حوالے کیا اور پھر اپنا جوڑ طلب کرنے کے

لیے نعرہ لگانے لگا۔ ان کی بار امیر حمزہ نے اُس کے مُقابلے کے لیے مندیل اصفہانی کو بھیجا۔ حسینہ جادُو کے سحر سے بے بس ہو کر وہ بھی ببر ان کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔

یہ حال دیکھ کر امیر حمزہ نے مہلیل عراقی کو بھیجا۔ اُس کا بھی وہی حال ہوا۔ اس طرح ایک کے بعد ایک سترہ نامی گرامی سردار اور پہلوان ببر ان نے قید کر لیے۔

امیر کے فرزند شہزادہ ہاشم تیغ زن لشکر کے دائیں حصّے کے سردار تھے۔ ببر ان کی ڈینگ اُن سے برداشت نہ ہو سکی۔ بادشاہ اور امیر سے اِجازت لے کر وہ بھُوکے شیر کی طرح ببر ان پر جھپٹ پڑے، چلتے وقت امیر نے اُن کے گلے میں جادُو کو رد کرنے والا طوق پہنا دیا تھا۔ حسینہ جادُو نے ایک کے بعد ایک کئی منتر پڑھ کر ہاشم تیغ زن کو بے بس کرنا چاہا مگر اُس کی ایک نہ چلی۔ ہاشم نے دیکھتے ہی دیکھتے تلوار بُلند کی اور ایک وار میں ببر ان کو دو ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔ لشکر امیر میں فتح کے نعرے بُلند ہوئے۔ ہاشم تیغ زن جوش میں جھُومتے ہوئے دُشمن کو للکارنے لگے۔ حسینہ جادُو نے جا کر اپنی شکل کی ایک

پُتلی جادُو سے بنائی اور اُسے ہاشم کے مُقابلے پر بھیج دیا۔ طِلسمی پُتلی نے آتے ہی شہزادے پر تلوار سے وار کیا۔

شہزادے نے بجلی کی طرح تڑپ کر وار خالی دیا اور ایک بھرپور ہاتھ ایسا اُس کی کمر پر مارا کہ ککڑی کی طرح کٹ گئی اور اُس کے دونوں ٹکڑے سیدھے آسمان کی طرف اُٹھتے چلے گئے۔ شہزادہ حیرت سے اُنہیں دیکھنے لگا۔ بادل کے ایک ٹکڑے کی اوٹ میں پہنچ کر دونوں کے غائب ہو گئے لیکن ابھی شہزادے نے نگاہ نہ ہٹائی تھی کہ بادل کی اوٹ سے اُسے حسینہ جادُو زرق برق لباس اور جڑاؤ زیورات پہنے آہستہ آہستہ نیچے آتی دکھائی دی۔ شہزادہ ہاشم اُس پر نگاہ پڑتے ہی ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ حسینہ جادُو نے قریب پُہنچتے ہی اُس کے گلے سے جادُو کے توڑ والا طوق نِکال کر اپنے گلے میں ڈال لیا۔ شہزادے نے چوں تک نہ کی۔ حسینہ کا جادُو اُس پر چھا چکا تھا۔ مگر اُس کا اثر زیادہ دیر رہنے والا نہ تھا۔ حسینہ نے طوق پر قبضہ جماتے ہی منتر پڑھ کر شہزادے پر پھُونکا اور وہ اپنے لشکر کی طرف چل دی۔ شہزادہ مست ہو کر

اُس کے پیچھے ہو لیا۔ لشکر امیر میں سنّاٹا چھا گیا۔ دُشمن کی فوجوں میں فتح کے نقّارے بجنے لگے۔

حسینہ جادُو شہزادہ ہاشم کو لیے لقا کے دربار میں پُہنچی تو اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ لقا نے اُسے شاباش دی۔ سلیمان عنبریں، فرامُرز شاہ اور دوسرے امیروں نے تحفے اور نذرانے دیے۔ حسینہ نے اپنے جادُو کا کمال دِکھانے کے خیال سے سب کے سامنے شہزادہ ہاشم سے پوچھا۔ کیوں شہزادے! مُجھ سے شادی کرو گے؟"

شہزادہ ہاشم نے کہا۔ "نیکی اور پوچھ پوچھ۔ دِل میں کوئی اور خیال ہوتا تو تمہارے پیچھے یہاں تک کیوں چلا آتا۔"

"ٹھیک ہے۔" حسینہ جادُو نے کہا۔ "لیکن تمہیں میری چند شرطیں ماننی پڑیں گی۔"

"میں تمہاری ہر شرط ماننے کو تیّار ہوں۔" شہزادہ ہاشم نے کہا۔ "جو کہو گی، وہ کروں گا۔"

”اچھّا!“ حسینہ جادُو بولی۔ ”پہلی شرط یہ ہے کہ اپنے دین سے توبہ کرو۔ خُداوندِ لقا کو سجدہ کرو۔“

اس پر شہزادہ ہاشم نے اُس کے حکم کی تعمیل کی۔ جادُو کے اثر سے وہ اچھائی بُرائی میں فرق نہیں کر سکتا تھا۔ دربار میں موجود سارے لوگ حسینہ جادُو کو تعریف کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ حسینہ جادُو کی گردن فخر سے اکڑ گئی۔ اُس نے شہزادہ ہاشم سے کہا۔ ”میری دوسری شرط یہ ہے کہ مہر کے طور پر مُجھے اپنے باپ کا سر اور بارگاہِ سلیمانی پیش کرو۔“

”بہُت بہتر!“ شہزادہ ہاشم بولا۔ ”ابھی میدان میں جاتا ہوں، حمزہ کو للکارتا ہوں۔“

حسینہ جادُو نے اُسے جانے کا اشارہ کیا۔ اُس نے تلوار کھینچی اور باہر جانے لگا۔ سارے درباری سنّاٹے میں آ گئے۔ حسینہ جادُو کے سحر کی دہشت اُن کے دلوں پر طاری ہو گئی۔ لیکن اُدھر شہزادہ پیٹھ پھیر کر دربار کے دروازے کی سمت چلا، اُدھر بختیارک شیطان اپنی جگہ سے اُچھل کر حسینہ جادُو کے پاس آیا اور آہستگی سے کہنے لگا۔

”یہ کیا غضب کر رہی ہے! ہاتھ آیا ہوا شکار کھو رہی ہے۔ شہزادے کو واپس بُلا لے۔ امیر حمزہ اِسم اعظم جانتا ہے۔ وہ بیٹے پر سے تیرے جادُو کا اثر اُتار دے گا۔ ہوش سے کام لے۔ پہلے امیر حمزہ کی فکر کر۔ اُس کے بعد ہی ہاشم سے کام لیا جا سکتا ہے۔“

یہ بات حسینہ جادُو کے دِل میں بیٹھ گئی۔ شہزادہ دروازے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اُس نے آواز دے کر فوراً اُس کو واپس بُلا لیا۔ اُس کے بعد وہ اُسے اپنے خیمے میں لے گئی اور اُس کی خاطر کرنے لگی۔ پھر اپنے مشورہ عیّار طرّار کو ایک طرف لے جا کر حکم دیا جس طرح بن پڑے حمزہ کے لشکر میں جا اور اُسے زندہ یا مُردہ اُٹھا کے لے آ۔ بس اِس کے سوا اس بارے میں نہ مُجھے کُچھ اور کہنا ہے نہ سُننا ہے۔ خبر دار ناکام رہا تو زندگی بھر مُجھے اپنی شکل نہ دکھانا۔“

طرّار اس حکم پر کُچھ دیر ہکّا بکّا رہا۔ مگر پھِر حسینہ جادُو کی کڑی نگاہیں دیکھ کر جلد ہی سنبھل گیا۔ ٹال مٹول کی گنجائش نہ تھی۔ لاچار وہاں سے اپنے خیمے میں آیا اور عیّاری کے ساز و سامان سے لیس ہو کر امیر حمزہ کے لشکر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب آدمی کوئی بات دل میں ٹھان لیتا ہے، اُس کے لیے جان کی

بازی لگا دیتا ہے، ساتھ ہی عقل سے بھی کام لیتا ہے تو ناممکن کو بھی مُمکن کر دِکھاتا ہے۔ طرّار بھی کسی نہ کسی طرح امیر حمزہ کی خواب گاہ میں جا پُہنچا۔ اور ان کی مسہری کے نیچے چھُپ کر لیٹ رہا۔ اُس وقت امیر دربار میں تھے۔ وہاں اس بات پر حیرت کا اظہار کیا جا رہا تھا کہ ایک ببر ان نے سترہ سُورماؤں کو گرفتار کیا اور حسینہ جادُو ہاشم تیغ زن کو بکری بنا کر لے گئی۔ کئی لوگوں نے بار بار عُمرو کو یاد کیا اور کہا۔ "کاش! ایسے موقع پر خواجہ عُمرو ہوتے۔ وہ ساتھیوں کو چھُڑا ہی لاتے مگر اُس چُڑیل کو بھی زندہ نہ چھوڑتے۔"

عُمرو کا بیٹا چالاک وہاں موجود تھا۔ یہ بات اُس کے دل میں تیر کی طرح لگی۔ زبان سے اُس نے کُچھ نہ کہا مگر دل میں فیصلہ کر لیا کہ بس آج ہی میں حسینہ جادُو کی فکر میں چُپکے سے نِکل جاؤں گا۔ یا اُسے ہلاک کروں گا یا پکڑ لاؤں گا۔

امیر حمزہ نے کہا "حسینہ جادُو زبردست جادُو معلوم ہوتی ہے۔ کل اگر جنگ ہوئی تم کوئی دوسرا سردار اُس کے مقابلے پر نہ جائے۔ میں خود جا کر اُس کا کام تمام کروں گا۔ مُجھ پر اُس کا کوئی وار کارگر نہ ہو گا۔"

بادشاہ سعد بن عباد نے امیر کی یہ تجویز منظور کر لی۔ کُچھ دیر بعد دربار برخاست ہوا۔ امیر حمزہ خواب گاہ میں آ کر آرام کرنے لگے۔ امیر کے دوست مقبل وفادار خیمے کے دروازہ پر چوکس ہو کر پہرا دینے لگے۔ دو خدمت گار امیر کے پاؤں دبانے لگے۔

رات گہری ہوتی گئی۔ امیر سو گئے۔ لیکن جانے کیا بات تھی، اُن کے خرّاٹوں کی آواز سُننے کے باوجود خدمتگار بدستور ہاتھ پاؤں دبائے جارہے تھے۔ ٹلنے کا نام نہ لیتے تھے۔ طرّار کو اندیشہ ہوا کہ کہیں واپسی کا وقت نہ نِکل جائے۔ لٹکی ہوئی چادر کی اوٹ لے کر اُس نے باہر جھانکا۔ دونوں خدمت گار آمنے سامنے پائنتی کی طرف بیٹھے تھے۔

طرّار سے زیادہ وقت گنوانا مُناسب نہ سمجھا اور سانپ کی طرح رینگتا ہوا مسہری کے سرہانے جا پہنچا۔ اُس نے ایک خاص دوا میں بھیگی ہوئی روئی نِکال کر اپنے نتھنوں میں ٹھونسی، بے ہوشی کے عطر سے بھری ہوئی ربڑ کی گیند نِکالی اور کھڑے ہو کر ایک ایک پھُوار دونوں خدمت کاروں اور امیر کی ناک پر ماری۔ تینوں فوراً بے ہوش ہو گئے۔ طرّار نے جلدی جلدی امیر کو ایک

چادر میں گٹھڑی کی طرح باندھا، دونوں خدمت گاروں کو فرش پر لٹایا۔ اور پھر امیر کی آواز بنا کر مُقبل وفادار کو آواز دی۔ جیسے ہی مُقبل اندر داخل ہوا بے ہوشی کی پھوہار اُس کے مُنہ پر پڑی۔ وہ بھی بے ہوش ہو کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ طرّار نے جلدی جلدی گٹھری باندی اور خواب گاہ سے باہر نِکل گیا۔ لشکر میں ہر طرف خرّانوں کی آواز گونج رہی تھی۔ مشعلیں کہیں بُجھ چُکی تھیں کہیں ٹمٹما رہی تھیں۔

پہرے دار کہیں چکّر لگا رہے تھے۔ کہیں بیٹھے اونگھ رہے تھے۔ طرّار اُن سب سے بچتا بچاتا خیموں کی آخری قطار سے باہر جا پُہنچا اور پھر وہاں سے بگٹٹ اپنی چھاؤنی کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

آدھے سے زیادہ فاصلہ طے کرنے کے بعد اُسے خیال ہُوا کہ امیر حمزہ اپنی فوج کے سپہ سالار ہیں۔ نامور عیّار اُن کے جان نثار ہیں۔ آگے میں انہیں اپنی چھاؤنی میں لے گیا تو اُن کے عیّار آئیں گے ہزار رنگ کھیل کر چھُڑا لے جائیں گے۔ اس لیے کیوں نہ اُنہیں کسی ایسی جگہ پُہنچا دیا جائے کہ کوئی شُبہ بھی نہ کر سکے۔

یہ سوچ کر وہ قریبی کھنڈروں میں جا پُہنچا۔ ایک مدّتوں کا سوکھا ہوا کُنواں اُسے نظر آیا۔ اِحتیاطاً اُس نے کھنڈروں کا چپّہ چپّہ چھان مارا۔ اِرد گِرد کا خوب اچھی طرح جائزہ لیا۔ جب دُور و نزدیک کِسی جگہ کسی جاندار کا سایہ بھی حرکت کرتا نظر نہ آیا تو اِطمینان کے ساتھ اُس نے امیر حمزہ کو اندھے کنویں میں پھینکا اور پتھّر کی سِلوں سے اُس کا مُنہ اِس طرح بند کر دیا کہ کِسی کو گُمان بھی نہ ہو سکے کہ یہاں کوئی کنواں تھا۔

آسمان پر ستارے جھلملانے لگے تھے۔ صُبح کا نور بھی پھیلنے لگا تھا۔ امیر حمزہ کے لشکر میں مؤذّن کی صدائیں گونجنے لگی تھیں۔ حسینہ جادُو نے جشن ختم کیا۔ شہزادہ ہاشم تیغ زن کو اُس کے خیمے میں چھوڑا اور خراماں خراماں اپنی خواب گاہ کی طرف چل دی۔ لیکن ابھی وہ خواب گاہ کے دروازے تک ہی پہنچ پائی تھی کہ طرّار اُس کے سامنے حاضر ہو گیا۔ اس کی رُوداد سُنتے ہی حسینہ جادُو کا چہرہ کِھل اُٹھا۔ اُس نے اپنا قیمتی ہار انعام کے طور پر طرّار کو دیا اور کہنے لگی۔

”شاباش تو نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اچھّا کیا کہ امیر حمزہ کو یہاں لانے کے بجائے ویرانے میں چُھپا دیا۔ نہ وہ اپنے عیّاروں کی مدد پا سکے گا نہ اُس بند جگہ

میں زیادہ عرصہ زندہ رہ سکے گا۔ آج تو دن بھر آرام کروں گی۔ کل سُورج نکلتے ہی ہاشم کے ساتھ دُشمنوں پر ٹوٹ پڑوں گی۔ اب وہاں کون ہے جو ہمارے سامنے ٹھہر سکے۔ ایک دن رات اور جی لیں۔ تھوڑا سا دِل خُوش کر لیں۔ اِس کے بعد ان کے لیے تباہی ہے۔ تُو نے مُجھے خُوش کر دیا ہے۔ جا کر آرام کر۔ دشمنوں کا قصّہ پاک کرنے کے بعد تُجھے اور بھی انعام دوں گی۔"

اُس دِن کسی جانب سے کوئی بھی جنگ کرنے کے لیے میدان میں نہ آیا۔ دِن بھر سلیمان عنبریں اور حسینہ جادُو کے لشکروں میں خوشی کے شادیانے بجتے رہے اور امیر حمزہ کے لشکر میں اُداسی چھائی رہی۔ بادشاہ سعد بن قباد، امیر حمزہ کے بیٹے، پوتے اور دوسرے سردار امیر کے یکایک غائب ہو جانے حیران تھے۔ کبھی تو پریشان ہو جاتے۔ کبھی خُوش فہمی سے کام لے کر ایک دوسرے کی ڈھارس بندھاتے۔ چند عیّار دُشمن کے لشکر میں بھیج دیے گئے تھے۔ یا تو وہ امیر حمزہ کو چھُڑا لائیں گے یا اُن کے بارے میں کوئی خبر لائیں گے۔ رات کو وہ سب واپس آ گئے لیکن انہوں نے امیر کے بارے میں کوئی خبر سنائی نہ یہ بتایا

کہ دُشمن کے لشکر میں آخر کِس بات پر شادیانے بج رہے ہیں۔ لوگوں کی رہی سہی اُمّیدیں بھی ختم ہو گئی اور سب حسرت کے ساتھ عُمرو کو یاد کرنے لگے۔

اِسی موقع پر کسی نے کہا۔ ''عُمرو نہیں تو کیا ہوا۔ اُن کا بیٹا چالاک تو موجود ہے۔ اُسی کو بھیجو کہ کوئی کارنامہ کر دکھائے۔''

بادشاہ نے چالاک کو حاضر کرنے کے لیے حکم دیا لیکن پتا چلا کہ وہ بھی دوپہر کے بعد سے غائب ہے۔ اِس خبر سے لوگ اور پریشان ہو گئے۔ آخر میں بادشاہ نے امیر کے بیٹوں، پوتوں اور سرداروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ ''کل کا دن ہم پر سخت گزرے گا۔ دُشمن اپنے جادُوگروں اور پہلوانوں سمیت یلغار کرے گا۔ امیر کی جُدائی کا زخم بے شک کاری ہے لیکن تم میں سے ہر ایک شخص ہزاروں پر بھاری۔ مُقابلہ پیش آئے تو خبردار! دِل چھوٹا نہ کرنا۔ جان توڑ کر لڑنا اور نتیجے کو خُدا پر چھوڑ دیا۔ ہم سب خدا کی خُوشنودی ہی کے لیے لڑ رہے ہیں۔ فتح جوانی و شہادت ضُرور حاصل ہو گی۔ یہ بھی ہمارے لیے سعادت ہو گی۔ بس جاؤ! دربار ختم ہوا۔ آج کی شب آرام نہ کرنا۔ لو لگا کر خُدا سے دُعا مانگنا۔ صُبح دیکھا جائے گا کہ خُدا کو کیا منظور ہے۔''

بادشاہ سعد بن قباد کی اِس تقریر کے بعد سب لوگ اپنے اپنے خیموں کو چلے گئے۔ رات بھر کسی ایک خیمے میں بھی مشعل نہ بُجھی۔ سب عبادت کرتے رہے اور گڑ گڑا کر خُدا سے دُعائیں مانگتے رہے۔

اسد اور مہ جبیں قید میں

اُدھر امیر حمزہ کے لشکر کا یہ حال تھا اور اِدھر افراسیاب عیّاروں کے بندوبست کی فِکر میں تھا۔ ملکہ حیرت جادُو کو مہ رُخ کے مُقابلے پر روانہ کرتے وقت اُس نے تاکید کر دی تھی کہ خبر دار جاتے ہی جنگ مت شروع کر دینا۔ اِنتظار کرنا۔ رات تک میں کوئی نہ کوئی اِنتظام کر لُوں گا۔ اسی ہدایت کے مطابق ملکہ حیرت لشکر گاہ میں تو جا پُہنچی مگر اُس نے جنگ کا نقّارہ بجانے سے دامن بچایا۔ سورج ڈوبتے ڈوبتے افراسیاب کے دماغ من ایک ترکیب آ گئی۔ اپنے جادُو خانے سے اُس نے پانی کی دو بھری ہوئی بوتلیں منگوائیں اور ایک جادُوگر ہوشیار جادُو کو بُلا کر حکم دیا۔ یہ دونوں بوتلیں لے کر فوراً ملکہ حیرت کی خدمت میں جا حاضر ہو۔ چپٹی بوتل کا پانی بے ہوشی سے بچاتا ہے۔ گول

بوتل کا پانی بے ہوش کرتا ہے۔ سقّوں کے نتھنوں میں چپٹی بوتل کا پانی لگا کر بھری ہوئی مشکوں میں چند قطرے گول بوتل کے ڈال دینا اور اُنہیں حکم دینا کہ لشکر کے چاروں طرف پانی کی لکیر کھینچ کر دائرہ بنا دیں۔ اِس سے لشکر گاہ محفوظ ہو جائے گی۔ کوئی عیّار اندر نہ آسکے گا۔ آئے گا تو بے ہوش ہو جائے گا۔ یہ کام ختم کر کے باغیوں سے مُقابلہ کرنا اور جو قتل ہونے سے بچے گرفتار کر کے ملکہ کے حوالے کرنا۔

ہوشیار جادُو نے دونوں بوتلیں سنبھالیں اور اپنی فوج سمیت اُڑتا ہوا ملکہ حیرت کے پاس جا پُہنچا۔ افراسیاب کے حکم کے مطابق اُسے رات کے رات لشکر گاہ کے گِرد بے ہوشی والی لکیر کھنچوانا تھی۔ لیکن وہ جان بُوجھ کر یہ بات گول کر گیا۔ بے ہوشی کے پانی کو اِستعمال کرنے کا اُس نے ایک اور طریقہ سوچ لیا تھا اور اُسے آزمانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

دُوسرے دِن سورج نکلتے ہی اُس نے ملکہ حیرت سے میدان جنگ میں جانے کی اجازت چاہی۔ ملکہ نے اجازت دے دی تو وہ جادُو کے اژدھے کو دوڑتا ہوا اپنی فوج سمیت لشکر مہ رُخ کے مُقابلے پر آیا اور مہ رُخ کو للکارنے لگا۔ اُس

کی ڈینگ سُن کر مہ رُخ کی ماں، سُرخ مُو کاکل کُشا اپنا ہنس اُڑا کر اُس کے سامنے آ ڈٹی۔ کُچھ دیر دونوں کے درمیان سحر کے گولے اور ناریل چلتے رہے۔ دونوں ایک دوسرے کے وار سے بچتے رہے۔ کاکل کُشا کو سخت غصّہ آیا۔ ایک منتر پڑھ کر اُس نے زور سے اپنے بالوں کو جھٹکا دیا تو لاتعداد ننھے جگنو اس کے بالوں سے نکل کر آسمان کی طرف اُڑے اور پھر آتشی تیر بن کر ہوشیار جادُو اور اُس کے لشکر پر گرنے لگے۔

ہوشیار نے خُود کو سحر پڑھ کر بچا لیا مگر اُس کی فوج کے صدہا سپاہی اور جادُوگر آتشی تیروں کا شکار ہو کر خاک و خون میں لوٹنے لگے۔ کاکل کُشا دُشمن کا یہ حال دیکھ کر آنکھیں بند کر کے قہقہے لگانے لگی۔ مہ رُخ کے لشکر میں فتح کے نعرے بُلند ہونے لگے۔ ہوشیار جادُو نے اُسی موقع پر گول بوتل کے پانی کو آزمانے کا فیصلہ کیا۔ جلدی جلدی اُس نے روئی کا ایک پھاہا بنایا، اُسے گول بوتل کے پانی میں تر کیا اور منتر پڑھ کر آسمان کی سمت اُچھال دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ابر گھِر آیا اور مہ رُخ کے لشکر پر مُوسلا دھار مینہ برسنے لگا۔

ہوشیار جادُو کا تجربہ کامیاب رہا۔ جس جاندار پر بھی اُس مینہ کا پانی پڑتا وہ فوراً بے ہوش ہو جاتا۔ مہ رُخ، شکیل، بہار جادُو، فرمانیہ اور دوسرے بڑے بڑے جادُوگروں نے اِس پانی سے بچنے کے لئے سحر کی چھتریاں تان لیں لیکن زیادہ دیر وہ اپنا بچاؤ نہ کر سکے۔ بوندیں اور پھوہاریں اُن تک پُہنچ ہی گئیں۔ عیّاروں کے سوا جو رات ہی کو لشکر سے نکل گئے تھے ایک شخص بھی بے ہوش ہونے سے نہ بچ سکا۔ ان میں ملکہ مہ جبیں اور شہزادہ اسد سبھی شامل تھے۔

ہوشیار جادُو نے اپنی فوج کو اِشارہ کیا اور سب کو گرفتار کر کے اُسی حالت میں لے جا کر ملکہ حیرت کے سامنے پیش کر دیا۔ ملکہ حیرت کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ جِس آسانی سے چند گھنٹوں کے اندر ہوشیار جادُو باغیوں کے سارے لشکر کو باندھ لایا تھا وہ اس کا تصوّر بھی نہ کر سکتی تھی۔ اُس نے اپنے سارے قیمتی زیورات جو کہ پہنے ہوئے تھے ہوشیار جادُو کو انعام میں دے ڈالے اور حکم دیا۔

"باغی جادُوگروں اور جادُوگرنیوں کی زبانیں چھید دو۔ اِس کے بعد سب کو ہوشیار کر دو تا کہ اپنی حالت دیکھ کر افسوس کریں۔ آج رات بھر اِن کے

سامنے شان دار جشن منایا جائے گا۔ کل اِسی جگہ سب کو تڑپا تڑپا کر ہلاک کیا جائے گا۔ لیکن خبر دار! دشمن کے عیّاروں سے ہوشیار رہنا! وہ قیدیوں میں نہیں دکھائی دے رہے۔"

"حضور بے فکر رہیں۔ میں عیّاروں کا بھی اِنتظام کیے دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر ہوشیار جادُو اپنے ڈیرے کی طرف چلا گیا۔ دوسرے سارے سردار اور ان کے سپاہی باغی جادُوگروں اور جادُوگرنیوں کی زبان چھیدنے کے بعد اُنہیں ہوش میں لانے لگے۔ مہ جبیں، مہ رُخ، بہار جادُو، فرمانیہ اور کاکُل کُشا وغیرہ کا ملکہ حیرت نے خوب مذاق اُڑایا۔ لیکن اُنہوں نے ہرگز بُرا مُنہ نہ بنایا۔ حقارت کی نگاہوں سے حیرت کو دیکھ دیکھ کو اُلٹا اُسی کا خُون کھولایا۔ البتّہ جب اُس نے شہزادہ اسد غازی پر چوٹ کرنی شروع کی تو غصّے اور بے کسی کے سبب اُس کی آنکھوں سے آنسو برسنے لگے۔ حیرت دل کھول کر ہنسی اور اپنے کلیجے میں ٹھنڈک محسوس کی۔ کُچھ دیر بعد قیدیوں سے لطف لینے کے بعد وہ سرداروں کو پھانسیاں اور سُولیاں تیّار کرانے کی ہدایات دے کر جشن کی تیّاریوں میں لگ گئی۔

اُدھر ہوشیار جادُو نے لشکر کے سارے سقّوں کو کام پر لگا دیا۔ سقّے پانی سے بھری ہوئی مشکیں لے کر اُس کے پاس آتے۔ وہ پہلے ہر ایک کے نتھنوں میں بے ہوشی سے بچانے والا پانی لگا دیتا پھر اُس کی مشک میں چند قطرے بے ہوشی کے پانی کے ڈال دیتا۔ سقّے وہاں سے لشکر کے باہر جاتے اور پانی کی لکیر کھینچنے لگتے۔

عُمرو اور اُس کے شاگردوں نے اپنے لشکر کی گرفتاری کا سارا حال دُور سے دیکھ لیا تھا۔ اُن کا خُون کھول رہا تھا لیکن مناسب وقت کے انتظار میں وہ صبر سے کام لیتے رہے۔ سورج ڈوبنے لگا تو سب اپنی اپنی پناہ گاہوں سے نکلے اور الگ الگ دشمن کے لشکر کی طرف چل دیے۔

مہترِ قِران دوسروں سے پہلے دشمن کی چھاؤنی کے قریب پُہنچا۔ وہ ایک خدمت گار کے بہروپ میں تھا۔ اُس نے جو سقّوں کو بڑی توجّہ اور احتیاط کے ساتھ پانی کی لکیر بناتے دیکھا تو اُس کا ماتھا ٹھنک گیا۔ اُس کے دل نے کہا کہ ضرور اِس پانی اور لکیر میں کوئی خرابی ہے، اِس سے بچنا چاہیے۔ وہ لکیر کو پار کرنے کے بجائے اُس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ کُچھ دور چل کر لکیر غائب ہو

گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ لکیر بنانے کا کام اسی جگہ سے شروع کیا گیا ہے۔ بے کھٹکے وہ اندر چلا گیا اور اندازہ لگا کر ہوشیار کے خیمے کے سامنے جا پُہنچا۔ وہاں سقّوں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔

ایک سقّے نے دُوسرے سے پُوچھا۔ "کیوں بھئی! آدھا کام تو ہو گیا ہو گا؟"

دوسرے نے کہا۔ "ہنھ! اِتنی جلدی؟ ابھی تو چوتھائی گھیرا ابھی نہ بنا ہو گا۔"

پہلے نے کہا۔ "پھر تو آدھی رات اسی میں لگ جائے گی۔"

دوسرے نے کہا۔ "ابے تو بالکل گھامڑ ہے۔ ساری رات میں بھی گھیرا پورا ہو جائے تو غنیمت جاننا۔ اتنے بڑے لشکر کا گھیرا کہیں آدھی رات میں بن سکتا ہے؟"

یہ سُن کر مہتر قِران کو یقین ہو گیا کہ اُس کا اندیشہ درست تھا۔ ضُرور ہوشیار جادُو مشکوں کے پانی میں کوئی جادُو پڑھ کر پھُونک رہا ہے اور کوئی طلِسمی دائرہ کھینچ رہا ہے۔ جبھی وہ ایک ایک سقّے کو اندر بُلواتا ہے اور جب تک وہ باہر نہیں آ جاتا دوسرا اندر نہیں جاتا۔ اب مجھے اندر جانے کی فکر کرنا چاہیے۔ صحیح راز باہر رہتے ہوئے معلوم نہ ہو سکے گا۔

مہتر قِران ارد گرد کا جائزہ لینے لگا۔ اسی موقع پر اُس کی نگاہ دروازے کے قریب ایک خدمت گار پر جا پڑی۔ اس وقت مہتر خود بھی خدمت گار کے بھیس میں تھا۔ اُس نے محسوس کیا کہ وہ خدِمت گار کسی خاص تکلیف میں ہے، کبھی اُٹھتا ہے، کبھی پیٹ پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے اور کبھی اُمّید بھری نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگتا ہے۔ یہ دیکھ کر مہتر قِران اُس کے پاس پہنچا اور ہمدردی کے ساتھ پوچھنے لگا۔ ”کیا تمہارے پیٹ میں درد ہو رہا ہے؟“

خدمت گار مُنہ بناتے ہوئے بولا۔ ”ہاں بھائی، بُہت سخت۔ جان نکلی جا رہی ہے، خُدا کے لیے کُچھ کرو۔“

مہتر قِران نے کہا: ”کیا تمہیں خیمے میں پُہنچا دوں؟“

اُس نے ہاتھ ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ ”نہیں بھائی، میں خود چلا جاؤں گا، مصیبت یہ ہے کہ اندر میری ڈیوٹی شروع ہونے والی ہے۔ آقا کو پنکھا جھلنا ہے۔ اِس حالت میں کھڑا نہیں رہ سکتا۔ مہربانی کر کے تم میری جگہ کام سنبھال لو۔ تھوڑی دیر میں ٹھیک ہو گیا تو واپس آجاؤں گا۔ جو کہو گے کر دوں گا۔“

مہتر قِران نے کہا۔ ”واہ بھائی! لین دین کی کیا ضرورت ہے۔ انسان ہی انسان کے کام آتا ہے۔ میں دوسرے سردار کا خادم ہوں۔ اُس نے تو مجھے چھُٹی دے دی ہے۔ پر تمہاری ڈیوٹی لگانے والے کو کہیں مُجھ پر اعتراض نہ ہو۔“

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اندر سے ایک خدمت گار نکلا اور خدمت گار سے کہنے لگا۔ ”میرا وقت ختم ہوا۔ اندر جا کر پنکھا سنبھالو۔“

اُس نے جواب دیا۔ ”میری طبیعت خراب ہے، اپنے بھائی کو لے آیا ہوں۔ یہ میری جگہ ڈیوٹی دے گا۔“

اندر سے نکلنے والے خادم نے ایک نگاہ مہتر قِران پر ڈالی اور خدمت گار سے بولا۔ ”تم جانو اور تمہارا کام۔ میں تو چلا۔“

اُس کے کھسکتے ہی مہتر قِران نے جمال گھوٹے کی دو گولیاں نکال کر بیمار خدمت گار کر دیں اور یہ کہتا ہوا اندر چلا گیا کہ ”خیمے میں پُہنچتے ہی گولیاں کھا لینا، پیٹ ہلکا ہو جائے گا۔“

پھر اندر پُہنچ کر اُس نے ادب سے ہوشیار جادُو کو سلام کیا اور اُسے پنکھا جھلنے لگا۔

عُمرو لپکتا ہوا چلا آ رہا تھا کہ لشکر کے باہر سقّوں کی بھاگ دوڑ دیکھ کر چونک گیا۔ اس خیال سے کہ سامنے کے رُخ جانے سے اس کہیں سقّے اُسے نہ ٹوکیں۔ وہ راستہ کاٹ کر اُس طرف کو ہولیا جدھر کوئی نہ تھا۔ ایک مقام پر موقع مُناسب دیکھ کر اُس نے لشکر گاہ کی طرف قدم بڑھایا۔ لیکن جیسے ہی اُس کی نگاہ پانی کی لکیر پر پڑی، ہڑبڑا کر رُک گیا۔ اُس کا دِل کہنے لگا۔ اگر سقّوں کی فوج کی فوج یہی لکیر بنا رہی ہے تو ضرور اس میں کوئی راز ہو گا۔ اِس سے بچنا چاہیے۔ یہ سوچ کر عُمرو لکیر کے کنارے کنارے آگے بڑھتا چلا گیا۔ ایک مقام پر اُسے پھر سقّوں کی ایک ٹولی نظر آئی۔ یہ لوگ لکیر کو اُس طرف بڑھائے لیے جا رہے تھے جس طرف عُمر چلا جا رہا تھا۔

سقّوں سے بچتا ہوا عُمرو آگے نکل گیا۔ اِتّفاق سے ایک جھاڑی کے قریب اُسے ایک بُوڑھا سقّا بیٹھا نظر آیا جو روٹی کھا رہا تھا۔ کام کرنے دے سقّوں کی ٹولی اُس سے زیادہ دور نہ تھی۔ عُمرو فوراً ایک قریبی درخت کی اوٹ میں چھپ گیا اور اُس بڈّھے سقّے کو دیکھ دیکھ کر اپنا حلیہ اُس جیسا بنانے لگا۔

اِس کام سے فارغ ہو کر وہ آہستہ آہستہ بوڑھے کے پیچھے جا پہنچا۔ چند ہی لمحوں بعد بوڑھا سقّہ بے ہوش جھاڑی کے اندر پڑا تھا اور عُمرو اُس کی جگہ بیٹھا روٹی کھا رہا تھا۔

اِتنے میں سقّوں کی ٹولی میں سے ایک نے آواز دی۔

"نظام چاچا! چھوڑ روٹی۔ جلدی آ جا!"

عُمرو سمجھ گیا کہ وہ جس کے بھیس میں ہے اُسی کو بُلایا جا رہا ہے۔ "آیا آیا۔" کہتا ہوا سقّوں کی ٹولی کی طرف چل دیا۔ اُس کے پُہنچتے ہی سارے سقّے دوڑتے ہوئے ایک حوض پر گئے اور جلدی جلدی مشکیں بھر کر ہوشیار جادُو کے خیمے کے سامنے جا پُہنچے۔ عُمرو بھی اُن کی قطار میں کھڑا ہو گیا۔ اُس نے محسوس کیا کہ وہ جس قطار میں کھڑا ہے اُس میں ہر سقّے کے نتھنوں میں رُوئی ٹھنسی ہوئی ہے۔ اُس کے برابر والی دوسری قطار میں ہر شخص کے نتھنے اُس کی طرح صاف تھے۔

عُمرو کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس روئی کا کیا مطلب ہے۔ وہ اسی الجھن میں تھا کہ اُس کے آگے والا سقّہ خیمے کے اندر جا کر واپس آگیا اور پیچھے والے نے آواز دی۔ "چاچا کیا سوچنے لگا ہے؟ اندر جانا۔"

عُمرو چونکا اور لپکتا ہوا خیمے کے اندر چلا گیا۔ ہوشیار جادُو میز پر دو بوتلیں رکھے بیٹھا تھا اور ایک خادم اُسے پنکھا جھل رہا تھا۔ عُمرو اُس کے قریب پُہنچ کر کھڑا ہو گیا مگر اُس نے مشک کا مُنہ نہ کھولا۔ اِس پر ہوشیار جادُو نے اُسے کڑی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ڈانٹا۔ "ارے! کیا پہلی دفعہ آیا ہے؟ مشک کا مُنہ کیوں نہیں کھولتا۔ اور تیرے نتھنوں کی رُوئی کیا ہوئی؟ کیا بے ہوش ہونا چاہتا ہے؟"

یہ کہہ کر اُس نے گول بوتل ہاتھ سے رکھ دی۔ عُمرو سمجھ گیا کہ اُس میں بے ہوش کرنے والی دوا ہے۔ اُس نے گردن نیچی کر کے، بے وقوفوں کی طرح منمناتے ہوئے جواب دیا۔ "حضور چھینک آئی تھی۔ رُوئی گِر گئی۔"

ہوشیار جادُو نے بڑبڑاتے ہوئے چپٹی بوتل والے پانی میں روئی کا پھاہا تر کر کے اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”لے یہ نتھنوں میں ٹھونس لے۔ اب مت ِگرانا۔ کھول مشک۔“

یہ کہہ کر اُس نے گول بوتل کا ڈھکن کھولا اور مشک کے مُنہ میں اُس کے قطرے ٹپکانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اُسی لمحے عُمرو نئے گول بوتل ہوشیار جادُو کے ہاتھ سے جھپٹ کر اُس میں بھرا ہُوا پانی اُسی مُنہ پر چھڑک دیا۔ یہ سارا کام کرنے میں اُس نے ایسی حیرت انگیز پھُرتی دکھائی کہ مہتر ِقران جو کہ خدمت گار کے رُوپ میں وہاں موجود تھا آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہ گیا۔ لیکن عُمرو اتنے ہی پر رُک نہیں گیا۔ اُدھر ہوشیار جادُو بے ہوش ہو کر ِگرا اُدھر عُمرو مشک پھینک، خنجر نکال، اُس کے سینے پر جا کودا اور ایک لمحہ ضائع کیے بغیر پے در پے وار کر کے اُس کا کام تمام کر دیا۔

ایک دم تاریکی چھا گئی۔ آندھی چلنے لگی۔ آہ و بُکا کی آوازیں گونجنے لگیں۔ عُمر نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر بھاگ جانا چاہا۔ لیکن ابھی وہ خیمے کے دروازے تک ہی پُہنچا ہو گا کہ ایک بُڑھیا پچھلے حصّے سے اچانک نمودار ہُوئی اور اُس کے

آتے ہی اندھیرا، شور اور آندھی غائب ہو گئی۔ مہتر قِران اُس کے سامنے پنکھا لیے حیرت سے منہ پھاڑے کھڑا تھا۔ بڑھیا نے عُمرو کو بھاگتے دیکھا تو مہتر قِران کو دھکا دے کر اُس کی طرف لپکی۔ پھر ایک ایسا منتر پڑھ کر اُس نے عُمرو کی طرف پھونک ماری کہ عُمرو دروازے کے قریب زمین میں آدھا دھنس گیا۔

بڑھیا چھُری نکال کر چیختی ہوئی اُس کی طرف بڑھی، عُمرو کو اپنی موت سامنے ناچتی دکھائی دینے لگی۔ اور وہ اپنے بچاؤ کی دُعائیں مانگنے لگا۔

مہتر قِران اب معاملے کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ ہوشیار جادُو کو قتل کرنے والا عُمرو کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اُس نے کپڑوں میں چھپا ہوا اپنا مشہور بغدا نکالا اور جست لگا کر بڑھیا کے قریب پُہنچا۔ وہ چونک کر اُس کی طرف پلٹی ہی تھی کہ بغدے کے ایک ہی وار سے وہ مہتر قِران نے اُس کا سر تن سے جُدا کر دیا، یہ بڑھیا ہوشیار جادُو کی ماں تھی اور اُس کی حفاظت کرنے کے خیال سے اُس کے پیچھے پیچھے چلی آئی تھی۔ لیکن خیمے میں وہ اُس وقت پُہنچی جب عُمرو اُس کے بیٹے کو ہلاک کر چکا تھا۔

بُڑھیا کے مرنے پر جو تاریکی پھیلی اُس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے عُمرو اور مہتر قِران دونوں بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہوشیار جادُو کے خیمے کے ارد گرد محافظوں کی چھولداریاں تھیں۔ماں بیٹے کے ہلاک ہونے کی صدائیں سُنتے ہی سارے محافظ بد حواس ہو کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ عُمرو اور مہتر قِران مُحافظوں کی چھولداریوں کی قطار سے گزرنے لگے تو ایک چھولداری کے اندر سے اُنہیں دو آدمیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ دونوں گڑگڑا کر خدا سے اپنی رہائی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

"ارے! یہ تو ضرغام اور جاں سوز کی آوازیں لگتی ہیں۔" مہتر قِران نے عُمرو کو روکتے ہوئے کہا۔

عُمرو نے آوازوں پر غور کرتے ہوئے کہا۔ "تم ٹھیک کہتے ہر مُصیبت میں معلوم ہوتے ہیں۔ چلو انہیں چھُڑائیں۔"

یہ کہہ کر دونوں جھولداری کے اندر داخل ہو گئے۔ ٹٹولنے پر اُنہیں جاں سوز اور ضرغام ایک کونے میں بندھے پڑے ملے۔ عُمرو نے اُن کے بند کھولتے ہوئے کہا۔ "کم بختو! تم یہاں کیسے آن مرے؟"

اُستاد کی آواز سُنتے ہی ان دونوں کی جان میں جان آئی۔ انہوں نے بتایا کہ ہم دشمن کے لشکر میں داخل ہو رہے تھے کہ ایک جگہ پانی کی لکیر پار کرتے ہی بے ہوش ہو گئے اور سپاہی ہمیں اُٹھا کر یہاں لے آئے۔ وہ ہمیں ہوشیار جادُو کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے کہ اچانک بھگدڑ مچ گئی۔

"احمقو! دیکھ بھال کر کام کیوں نہیں کرتے؟" عُمرو نے اُن کو ڈانٹ بتائی اور مہتر قِران سے کہنے لگا۔ "تم اَن کو ساتھ لے جا کر اپنے قیدیوں کو چھڑواؤ اور اُن کی زبانوں میں پھنسے ہوئے سوئے نِکالو اور جو آزاد ہو تا جائے اُسے دُشمن پر ٹوٹ پڑنے کی تاکید کرو۔ میں جا کر ملکہ حیرت کی خبر لیتا ہوں۔

ہوشیار جادُو اور ملکہ حیرت کی چھاؤنیوں میں جگہ جگہ جشن کی محفلیں آراستہ تھیں۔ سب اتنے مست ہو رہے تھے کہ کِسی نے ہوشیار جادُو اور اس کی ماں کے مرنے پر ہونے والے شور غل پر دھیان نہ دیا۔ لیکن زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ مہ رُخ اور اس کے لشکر نے آزاد ہو اُن پر ہلّا بول دیا۔

ادھر عُمرو نے ملکہ حیرت کے لشکر میں پُہنچ کر لوٹ مار شروع کر دی، اُدھر ملکہ مہ رُخ نے آزاد ہوتے ہی جادُو کر کے ساری مشعلیں اور شمعیں دُشمن

کے لشکر کی بجھا دیں اور اِسی حالت میں اُن پر آگ، پتھر اور تیروں کی برسات کر دی۔ لطیفہ یہ ہوا کہ اندھیرے میں بدحواس ہو کر ہوشیار جادُو کا لشکر حیرت جادُو کے لشکر پر ٹوٹ پڑا۔ حیرت جادُو جواب میں اُن پر جادُو کی بجلیاں گرانے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے دُشمن کے آدھے سے زیادہ آدمی آپس ہی میں لڑ بھڑ کر جہنّم رسید ہو گئے۔ بچے کھچوں کو مہ رُخ کا لشکر صاف کرنے لگا۔

ملکہ حیرت اِس ناگہانی مصیبت کے مقابلے پر خود کو بے بس پا کر اُڑی اور گنبدِ نور میں افراسیاب نے پاس پُہنچی۔ افراسیاب نے لشکر کی بربادی کا حال سُنا تو غصّے سے اُس کا بُرا حال ہوا۔ لیکن بار بار دریافت کرنے پر بھی ملکہ اُسے یہ نہ بتا سکی کہ آخر جیتی ہوئی بازی اچانک کس طرح ہار میں بدل گئی! لاچار ہو کر اُس نے کتابِ سامری کھول کر دیکھی۔ لکھا تھا۔

"تیرے لشکر پر مُصیبت تیرے ہی بے ہوشی کے پانی کی وجہ سے ٹوٹی ہے۔ ہوشیار جادُو کو اُسی پانی سے بے ہوش کر کے عُمرو نے اُسے ہلاک کیا۔"

یہ تحریر دیکھ کر افراسیاب دِل میں اپنی غلطی پر شرمندہ ہوا اور ملکہ کو تسلّی دیتے ہوئے بولا۔ "تم دل چھوٹا نہ کرو۔ دُشمن کو اِطمینان کا سانس نہ لینے دو۔

اِسی وقت دُوسرا لشکر لے جا کر اُس کے سامنے ڈٹ جاؤ۔ دوپہر تک میں تُمہاری مدد اور باغیوں کی سرکوبی کے لئے ایک خاص طاقت کو بھیجوں گا۔ اس کے پہنچنے تک تم آرام کرنا۔"

ملکہ تیّار ہو گئی۔ افراسیاب نے سپہ سالاروں کو حکم دیا کہ فوراً پچاس ہزار بہادر سپاہیوں اور جادُوگروں کی فرج حاضر کی جائے۔ ہر طرف بِگل اور نقّارے بجنے لگے۔ اور تھوڑی ہی دیر میں گُنبدِ نُور کے سامنے پچاس ہزار کی فوج روانگی کے لیے تیّار کھڑی تھی۔

ملکہ حیرت بڑی شان سے تختِ طاؤس پر سوار ہوئی اور جادُو کے زور سے ساری فوج سمیت اُڑتی ہوئی اپنی چھاؤنی میں جا پُہنچی۔ مہ رُخ کی فوج وہاں لوٹ مار کر کے واپس اپنے ڈیرے پر جا چُکی تھی۔ لیکن تھکے ماندے سپاہیوں نے ابھی کمر نہ کھولی تھی کہ صدہا نقّاروں کی گونج سُن کر پھر مُستعد ہو گئے۔ مہ رُخ کے جاسوس پرندوں نے اِطلاع دی کہ ملکہ حیرت جادُو ایک زبردست فوج لے کر پھر واپس آ گئی ہے۔ مہ رُخ نے یہ خبر سُن کر اپنے لشکر میں منادی

کرا دی کہ آدھے سپاہی آرام کریں اور آدھے چوکس رہیں تاکہ دُشمن بے خبری میں حملہ نہ کر بیٹھے۔

اُدھر دن نکلتے ہی افراسیاب، جادُو کے ایک خاص عمل میں مصرُوف ہو گیا۔ عمل ختم ہوا تو اُس نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ اچانک آسمان پر سات بجلیاں تڑپتی دِکھائی دیں۔ دُوسرے ہی لمحے وہ افراسیاب کے سامنے فرش پر گِر کر لوٹنے لگیں اور پھر سات عورتوں کے روپ میں اُس کے سامنے ادب سر جھکا کر کھڑی ہو گئیں۔ اُن سب کے جسم بلّور کی طرح شفاف اور چاندی کی طرح چمکتے دکھائی دے رہے تھے۔ افراسیاب نے اُن سے کہا۔

"اے وفادار بجلیو! آج مجھے تمہاری خدمات کی ضرورت ہے۔ چند نمک حراموں نے مابدولت کی سلطنت میں اُدھم مچا رکھا ہے۔ بغاوت پر کمر باندھ کر طِلسم ظاہر کے پہاڑوں میں ڈیرا جما رکھا ہے۔ ملکہ حیرت کو میں نے اُن کے مقابلے کے لیے بھیج دیا ہے۔ میں چاہتا ہُوں کہ تم میں سے کوئی ایک وہاں جا کر ملکہ کی مدد کرے اور باغیوں کو نیست و نابود کرے۔ باقی چھ اپنے اپنے مقام کو واپس جائیں لیکن حکم کی منتظر اور مُستعد رہیں۔"

ان بجلیوں میں سے ایک جِس کا نام لپ لپ تھا، آگے بڑھ کر کہنے لگی۔
"حضور کا سایہ ہم پر قائم رہے۔ یہ خدمت میں انجام دوں گی۔"

"شاباش!" افراسیاب نے کہا۔ "اب دیر نہ کر۔ اپنی فوج سمیت جلد سے جلد ملکہ کی خِدمت میں جا پُہنچ۔"

ساتوں بجلیاں افراسیاب کو سلام کر کے رُخصت ہو گئیں لپ لپ اپنے نے اپنے مُلک پُہنچ کر ایک لاکھ جادُوگروں کی فوج ساتھ لی اور ہوا میں اُڑتی، بادلوں میں لپلپاتی ملکہ حیرت کی چھاؤنی کی طرف چل دی۔

بجلیوں کے رُخصت ہوتے ہی افراسیاب کے دربار میں مشہور عیّارنیں صرصر اور صبا رفتار حاضر ہوئیں۔ افراسیاب نے اُن کا سلام قبول کرنے کے بجائے مُنہ پھیر لیا۔ دونوں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی۔ "جہاں پناہ! کنیزوں سے ایسی کیا خطا ہو گئی ہے کہ توجّہ نہیں فرماتے؟"

افراسیاب نے ناگواری کے ساتھ جواب دیا۔ "تُم لوگوں کا وجود میرے لیے بے کار ہے، دِل تمہاری نا اہلی سے داغ دار ہے، تمہاری پرورش اور تربیت اِس لیے کی گئی تھی کہ وقت آنے پر جان لڑاؤ نہ کہ جی چُراؤ۔ عُمرو میرے

سینے پر کودوں دل رہا ہے۔ چُن چُن کر میرے نامور ساحروں کو ہلاک کر رہا ہے مگر تم ہو کہ صِرف فرض پورا کر رہی ہو۔ خود اپنے طور پر کُچھ کر دکھانے سے کترا رہی ہو۔ کیا حقِ خدمت اِسی طرح ادا ہوتا ہے؟"

افراسیاب کی یہ چُبھتی ہوئی باتیں سُن کر دونوں عیّارنیں شرم سے پانی پانی ہو گئیں۔ اُن کی غیرت جوش میں آ گئی۔ صرصر آگے بڑھی اور تخت کو بوسہ دے کر کہنے لگی۔ "حضور خطا معاف! بے شک ہم قصوروار ہیں۔ ہم سے کوتاہی ہوئی۔ لیکن بھلے گھوڑے کو ایک چابُک اور بھلے آدمی کو ایک بات کافی ہوتی ہے۔ میں عہد کرتی ہوں کہ یا تو چند دِنوں کے اندر اندر باغیوں کو اُن کے سرداروں سے محروم کر دوں گی یا پلٹ کر حضور کو شکل نہ دکھاؤں گی۔ اب میں عُمرو کو نہیں شہزادہ اسد کو گرفتار کروں گی جو فاتح طِلسم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ جبیں پر ہاتھ ڈالوں گی جو حضور کے مُقابلے پر بادشاہ بنی بیٹھی ہے۔ یہی دراصل میں باغیوں کے دل کی طاقت اور اُن کے اتحاد کی علامت ہیں۔ یہ قابو اور میں آ گئے تو باقی خُود ہی تتر بتر ہو جائیں گے۔ اجازت عطا فرمائیے۔ ہم اِسی وقت اپنی مُہم پر روانہ ہونے کے لیے بے چین ہیں۔"

یہ سُن کر افراسیاب کا چہرہ کِھل اُٹھا۔ دونوں عیّارنوں کو بیش بہا خلعتیں دے کر اور اُن کا دِل بڑھانے والی چند باتیں کہہ کر اُس نے اُنہیں رُخصت کیا۔ عیّارنیں دربار سے نکل کر اپنے ٹھکانے پر پُہنچیں۔ ضروری ساز و سامان ساتھ لیا اور ہرنیوں کی طرح چھلانگیں بھرتی لشکر مہ رُخ کی سمت روانہ ہو گئیں۔ تیزرفتاری میں ویسے ہی ان کا جواب نہ تھا مگر آج ان کا جوش شباب پر تھا۔ دِن ڈھلتے ڈھلتے وہ منزلِ مقصود کے قریب جا پُہنچیں۔ اور ایک جگہ اوٹ میں ہو کر بھیس بدلنے لگیں۔

اس کے بعد جو وہ باہر آئی ہیں تو ایک دوسرے کو دیکھ کر خود بھی حیران ہو گئیں۔ صرصر ہو بہو ایک سفید ڈاڑھی والا چوب دار بنی ہوئی تھی۔ صبار فتار ایک ادھیڑ عُمر زمیندار کے روپ میں تھی۔ دونوں نے آپس میں سرگوشی کی اور پھر الگ الگ مہ رُخ کے لشکر کے اندر جا پُہنچیں۔ رات کا دربار ختم ہونے تک اِدھر اُدھر گھومتی رہیں۔ چپے چپے کا جائزہ لیتی رہیں۔ پھر دربار ختم ہونے پر اُس حصّے میں جا داخل ہوئیں جہاں مہ جبیں اور شہزادہ اسد قیام کرتے

تھے۔ وہاں ہتھیار بند تُرکنیں پہرا دے رہی تھیں اور شاہی کنیزیں اور خادمائیں اپنے اپنے کاموں میں مصروف دکھائی دے رہی تھیں۔

ایک زمیندار کو شاہی بارگاہ کی قناتوں کے قریب کھڑا دیکھ کر ایک محافظ تُرکن نے اُسے ٹوکا اور پکڑ کر اپنے افسر کے خیمے میں لے گئیں۔ افسر تُرکن نے زمیندار سے اُدھر آنے کا سبب پوچھا تو اُس نے کہا۔ "میرا ایک مقدمہ ملکہ مہ رُخ کی عدالت میں چل رہا ہے۔ میرے دُشمن نے ملکہ کو شیشے میں اُتار لیا ہے۔ کل یقیناً میرے خلاف فیصلہ ہو جائے گا۔ یہاں اس لئے آیا ہوں کہ کِسی طرح بادشاہ کی جانب سے میرے حق میں سفارش ہو جائے۔ لیکن کُچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کِس سے کہوں، کیا کہوں۔ خدا کے لیے آپ ہی میری مدد کیجیے۔ کوئی ترکیب بتایئے۔ ہر خدمت کو تیّار ہوں۔"

یہ کہہ کر نقلی زمیندار نے ایک ہزار کی تھیلی نِکال کر اُس کے حوالے کر دی اور بولا۔ "کام بن گیا تو اور بھی خدمت کروں گا۔"

افسر تُرکن ایک ہزار کی تھیلی دیکھ کر پگھل گئی۔

نقلی زمیندار کو ایک خالی خیمے میں لے گئی اور تسلّی دیتے ہوئے کہنے لگی۔ ”تم فکر نہ کرو۔ یہاں اطمینان سے بیٹھو۔ ایک حبشن کنیز میری دوست ہے۔ کسی ترکیب سے اُسے بُلا کر تمہارے پاس بھیجتی ہوں۔ کم از کم پانچ ہزار روپے تمہیں اُس کر دینے پڑیں گے وہ راضی ہو گئی تو تمہارا اکام بن جائے گا۔ لیکن خبر دار! یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا اور دیکھو! رات آدھی ہونے کو آئی ہے، شاہی کنیز سے بات کرنے کے بعد اگر واپس نہ جانا چاہو تو اِسی خیمے میں آرام سے سو جانا۔ یہاں کوئی دوسرا نہ آئے گا۔“

نقلی زمیندار نے تُرکن کا بُہت بُہت شکریہ ادا کیا اور اُس کے جانے کے بعد بے چینی کے ساتھ حبشن کا انتظار کرنے لگا۔ آخر کُچھ دیر بعد حبشن آ گئی۔ نقلی زمیندار یعنی صبار فتار نے فورا! پانچ ہزار کی تھیلی اُس کو پیش کی، اپنا مطلب بیان کیا اور خوب صورت سی چھوٹی شیشی اُس کے سامنے کرتی ہوئی بولی۔ ”اس میں اعلیٰ قسم کا عطر ہے۔ ایک بار ایک قطرہ لگانے کے بعد سال بھر تک خوشبو نہیں جاتی۔ ایسی پیاری سُہانی اور میٹھی خوش بو اِس مُلک میں ملکہ حیرت

کے سوا کوئی نہیں رکھتا۔ میری ایک عزیز اُس کی کنیز تھی۔ وہیں سے چُرا لائی تھی۔ ذرا دیکھو تو کیسی مست کر دینے والی خُوشبو ہے۔"

یہ کہہ کر اُس نے شیشی کا ڈھکن کھولا اور شیشی حبشن کی ناک کی طرف بڑھا دی۔ حبشن نے اُس عطر کو سُونگھا تو دُوسرے ہی لمحے بے ہوش ہو کر گِر پڑی۔ نقلی زمیندار یعنی صبا رفتار نے جلدی جلدی حبشن کو اپنا جیسا بنایا اور اُس کا بہروپ بھرا اور پھر اُسے بستر پر لِٹا کر مُحافِظ تُرکن کو اِشارے سے کہتی ہوئی کہ زمیندار کو سونے دینا، میں اس کے کام سے جاتی ہوں، مہ جبیں کی بار گاہ میں جا داخل ہوئی۔

اُدھر صرصر نے جو چوب دار بنی ہوئی تھی موقع پا کر ایک کنیز کو بے ہوش کر کے اُس کا بہروپ بھرا اور بے کھٹکے بار گاہ کے اندر جا پُہنچی۔ وہاں شہزادہ اسد اور مہ جبیں کھانا کھا رہے تھے۔ طرح طرح کی کھانے پینے کی چیزیں موجود تھیں۔ کنیزیں خادمائیں ادب کے ساتھ خدمت بجالا رہی تھیں۔ صرصر اور صبا رفتار بھی ان میں جا شامل ہوئیں اور جب بھی انہیں موقع ملتا کھانے پینے کی چیزوں میں ہلکی ہلکی دوائے بے ہوشی ملا دیتیں۔ صبا رفتار نے دوائے بے

ہوشی ملی ہوئی چیزیں بارگاہ کے باہر محافظوں اور تُرکنوں میں بھی دل کھول کر تقسیم کیں۔ انہیں کھاپی کر دھیرے دھیرے سب بے ہوش ہونے لگے۔

تھوڑی ہی دیر میں بارگاہ کے اندر اور بارگاہ کے باہر سوائے دونوں عیّارنوں کے سب بے ہوش ہو گئے۔ کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا۔ مگر یہ وہ وقت تھا جس میں عموماً مہ جبیں اور اسد سو جایا کرتے تھے۔ چُنانچہ بارگاہ کے باہر کِسی کو بھی کوئی شُبہ نہ ہوا۔ ویسے بھی سوائے پہرے داروں کے سارے لشکری وہیں خرّاٹے لینے لگے تھے۔

موقع کو غنیمت جان کر صرصر نے شہزادہ اسد کی گٹھڑی بنائی اور صبار فتار نے مہ جبیں کی اور انہیں اپنی اپنی پیٹھ پر لاد کر وہاں سے چل دیں۔ پہلے اُن کے دل میں آئی کہ ملکہ حیرت کا لشکر زیادہ قریب ہے، وہاں جا پہنچیں مگر پھر سوچا کہ وعدہ ہم نے شہنشاہ افراسیاب سے کیا ہے۔ اس کے پاس چلنا چاہیے۔ جب وہ گُنبدِ نُور سے چلی تھیں تو افراسیاب باغِ سیب میں جانے کی تیّاری کر رہا تھا۔ انہوں نے خیال کیا کہ وہ وہاں پُہنچ چُکا ہو گا۔ چنانچہ وہ بھی طلِسم باطن کی طرف چل دیں۔ تیز رفتاری کے سبب دریائے خُونِ رواں تک پہنچنے میں

اُنہیں زیادہ دیر نہ لگی۔ وہاں سے دھوئیں کے پُل پر سے ہو کر وہ باغِ سیب پہنچیں۔ رات کی سیاہی چھٹ چکی تھی مگر دِن نکلنے میں اب بھی خاصا وقت تھا۔ دونوں عیّارنوں نے تھکن دور کرنے کے لیے آرام کیا اور جب افراسیاب کے دربار کا وقت ہو گیا اور جا کر دونوں قیدیوں کو اُس کے سامنے ڈال دیا۔

شہنشاہ افراسیاب کی خُوشی کی انتہا نہ رہی۔ دونوں عیّارنوں کو اُس نے بیش بہا خلعتیں اور سچّے موتیوں سے بھری ہوئی کئی تھیلیاں عنایت کیں اور اُنہیں شاباش و آفرین بھی کہا۔ اِس کے بعد اُس نے جادُوگر وزیروں کو حکم دیا۔

"دونوں قیدیوں پر ایسا جادُو کرو کہ نہ فرش سے اُٹھ سکیں نہ ہاتھ پیر ہلا سکیں۔"

ایک وزیر نے حکم کی تعمیل کی اور دُوسرے وزیر نے افراسیاب سے کہا۔

"اب قیدیوں کو ہوش ہیں لاؤ۔"

دوسرے وزیر نے منتر پڑھ کر پانی کا ایک ایک چھینٹا اسد اور مہ جبیں کے مُنہ پر مارا۔ دونوں نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن خُود کو افراسیاب کے دربار میں

بے بس پڑا دیکھ کے حیرت اور پریشانی کے ساتھ اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگے۔ افراسیاب نے زوردار قہقہہ لگایا اور پھر اُن کا مذاق اُڑاتے ہوئے جلی کُٹی سُنانے لگا۔ اس چھچھوری حرکت پر غیرت سے اُن کے چہرے سُرخ ہو گئے۔ انہوں نے بھی تُرکی بہ تُرکی جواب دیا۔ بھرے دربار میں اپنی یہ بے عزّتی دیکھ کر افراسیاب نے اُنہیں فوراً قتل کیے جانے کا حکم دیا۔ لیکن خیر خواہ وزیروں نے اُسے منع کرتے ہوئے کتابِ سامری دیکھنے کا مشورہ دیا۔ اِس پر افراسیاب نے کتاب دیکھی۔ لکھا تھا۔

"اگر تو اسد اور مہ جبیں کو قتل کرا دیا تو عُمرو طلِسم ہوش رُبا کے ایک شخص کو بھی جیتا نہ چھوڑے گا۔ کرامتی چادر اُوڑھ کر ایک ایک کی گردن اُتارے گا۔ بہتر ہے کہ پہلے عُمرو کی فکر کر اور اُس وقت تک کہ وہ ہاتھ آئے، اسد اور مہ جبیں کو قید رکھ۔"

اس پر افراسیاب نے گُنبدِ نُور کی ایک طلِسمی کوٹھڑی میں قید کر دیا۔ ہزار نامور جادُوگر پہرے پر بٹھائے اور وہ دروازے جو اس طرف سے طلِسم ظاہر کی سمت کھُلتے تھے، جادُو کے پردوں سے چھپا دیے۔

ناگن بجلی

اُدھر صُبح ہونے پر مہ جبیں کی کنیزوں کو جب ہوش آیا تو انہوں نے شہزادہ اسد اور مہ جبیں کو نہ پایا۔ گھبرا کر سب نکل کھڑی ہوئیں اور لشکر میں ایک ایک سے اُن کے بارے میں پُوچھنے لگیں۔ جلد ہی اُن کے غائب ہونے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پوری چھاؤنی میں پھیل گئی۔ قیامت سی مچ گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں لشکر کے سارے سردار اور عیّار جمع ہو گئے۔ اس مجمع میں کہیں ملکہ مہ رُخ پچھاڑیں کھا رہی تھی کہیں بہار جادُو بین کر رہی تھی۔ کہیں ملکہ فرمانیہ فرش پر لوٹ رہی تھی تو کہیں دل آرام اپنے سر کے بال نوچ رہی تھی۔ سچ پُوچھو تو ایک خواجہ عُمرو کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جو اِس واقعے سے بدحواس اور

پریشان نہ ہو اور خواجہ عُمرو کنیزوں کا بیان سُنتے ہی باہر نِکل گئے تھے اور بڑے غور کے ساتھ پیروں کے نشانات دیکھتے پھِر رہے تھے۔

کُچھ دیر بعد وہ بارگاہ میں واپس آئے۔ سب کو سمجھا بُجھا کر خاموش کیا اور کہنے لگے۔ "دوستو! تمہارے ایمان اور اِستقلال کی آزمائش کی کٹھن گھڑی آپہُنچی ہے۔ اپنے آپ کو سنبھالو اور ہمّت سے کام لو۔ میں نے صرصر اور صبا رفتار کے پیروں کے نشان پہچان لیے ہیں۔ بلا شُبہ وہی شہزادہ اسد اور مہ جبیں کو اُٹھا کر لے گئی ہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اُنہیں چھڑایا جائے تو یہ افراتفری ختم کرو۔ اپنے میں سے کسی کو مہ جبیں کی جگہ حاکم مُقرّر کرو۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر دونوں میں سے کسی ایک کو بھی کوئی نقصان پہنچا تو کرامتی چادر اوڑھ کر افراسیاب سمیت ایک ایک جادُوگر کا سَر تَن سے جُدا کر دوں گا۔ ویسے یقین رکھو! افراسیاب شہزادہ اسد کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ اور مہ جبیں اُس کی سگی بھتیجی ہے۔ کِسی شکل میں وہ اُسے قتل نہیں کرے گا۔ زیادہ سے زیادہ وہ اُنہیں قید کر دے گا اور انشاء اللہ میں اُنہیں ضرور چھڑا لاؤں گا۔"

عُمرو کی یہ تقریر کام کر گئی۔ مایوس دِلوں میں حوصلہ اور اُمّید کی لہر دوڑ گئی۔ سب لوگوں نے یک رائے ہو کر ملکہ مہ رُخ کو مہ جبیں کا قائم مقام مقرّر کیا اور عُمرو کی ہدایت پر سب اپنے اپنے دوستوں میں جا کر ماتحت فوجیوں اور جادُوگروں کے دِل بڑھانے لگے۔

اسی موقع پر بجلی لپ لپ اپنے ایک لاکھ جادُوگروں سمیت ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں آپہُنچی۔ ملکہ حیرت اُسے اپنے دربار میں لے آئی۔ لپ لپ نے آتے ہی ایک خط ملکہ مہ رُخ کے نام لکھ کر ایک طِلسمی پُتلے کے حوالے کیا۔ اُس میں لکھا تھا۔

"یہ خط مِلتے ہی بغاوت سے توبہ کر اور دست بستہ حاضر ہو جا۔ شہنشاہ سے تُجھے معافی دِلوا دوں گی۔ دُوسری صُورت میں تیری فوج کو نیست و نابُود کر دُوں گی اور تُجھے چوٹی سے پکڑ کر شہنشاہ کی خدمت میں لے جاؤں گی۔"

مہ رُخ نے اِس خط کا ایسا سخت جواب دیا کہ لپ لپ غصّے سے بے قابو ہو گئی۔ وہ ایک دم اُوپر اُڑی اور لپلپاتی ہوئی تنِ تنہا لشکر مہ رُخ کی طرف چل دی۔

اُس کی فوج یہ حال دیکھ کر جلدی جلدی تیّار ہوئی اور نعرے لگاتی، نقّارے بجاتی اُس کے پیچھے ہولی۔

مہ رُخ نے بھی اپنے لشکر کو جنگ کے لیے تیّار ہونے کا حکم دے دیا۔ اُس کا خیال تھا کہ دستُور کے مُطابق لپ لپ کی اِنسانی روپ میں آکر للکارے گی۔ اِس کے بعد جنگ شروع ہو گی۔ لیکن لپ لپ کو غصّے نے پاگل بنا دیا تھا۔ وہ گھنگھور گھٹا کی اوٹ میں آئی اور تڑپ تڑپ کر لشکر مہ رُخ پر برسنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی اُس کی فوج نے اُن پر زمین سے جادُو کے ذریعے پتھّر، آگ اور تیروں کی برسات شروع کر دی۔

مہ رُخ کی فوج کے جادُوگر اس اچانک دو طرفہ حملے کر روکنے کی بھر پور کوشش کرنے لگے۔ جادُو کی ڈھالیں اور چھتریاں کام میں لانے لگے۔ جادُو کی ڈھالیں اور چھتریاں کام لانے لگے۔ لپ لپ کی فوج کے ہتھیاروں سے اُنہوں نے خُود کو بڑی حد تک بچایا بلکہ کُچھ جوابی وار بھی کیے۔ لیکن لپ لپ کے حملوں سے بچنا اُن کے لیے مُشکل ہو گیا۔ مہ رُخ کے ہزاروں آدمی

مارے گئے اور ہزاروں ہی زخمی ہوئے۔ شام کے وقت لپ لپ نے خود ہی جنگ موقوف کی اور واپس ہوتے وقت مہ رُخ کو للکار کر کہا۔

"اُمّید ہے کہ تُجھے آج کا سبق یاد رہے گا۔ ایک رات کی مہلت اور دیتی ہُوں۔ اگر راہِ راست پر نہ آئی تو کل کے دِن وہ حشر مچاؤں گی کہ زندگی بھر نہ بھولے گی۔"

مہ رُخ اُس کی ڈینگ پر خُون کے گھونٹ بھرتی غصّے میں ہونٹ چباتی، واپس چھاؤنی میں آئی۔ آج واقعی اس کے بُہت سے آدمی مارے گئے تھے۔ اور اِس سے بڑی بات یہ تھی کہ اُس کی فوج پر لپ لپ کی دہشت چھا گئی تھی۔ بُزدل رات کی تاریکی کا فائدہ اُٹھا کر بھاگ رہے تھے اور بہادر گڑگڑا کر خُدا سے دُعائیں مانگ رہے تھے۔

آخر مہ رُخ نے دربار لگایا اور سرداروں سے صلاح مشورے کرنے لگی۔ اسی موقعے پر عُمرو جنگل سے واپس ہوا اور آتے ہی کہنے لگا۔ "میں اِسی وقت لپ لپ کے لشکر میں جاتا ہوں۔ ہوشیار جادُوگروں کی دو پلٹنوں کو حکم دو کہ

اِحتیاط کے ساتھ جا کر دُشمن کے قریب چھُپ رہیں اور جیسے ہی وہاں کوئی ہنگامہ دیکھیں یا شور وغُل سُنیں اِکبارگی زوردار حملے شروع کر دیں۔"

عُمرو یہ کہہ کر رُخصت ہو گیا۔ ملکہ مہ رُخ نے دو کی بجائے آٹھ پلٹنوں کو تیّار کیا۔ دو کو تو عُمرو کی ہدایت کے مطابق دشمن کے لشکر کے بالکل قریب پُہنچا دیا، باقی کو اُن کے پیچھے کُچھ فاصلے پر چوکس رہنے کا حکم دیا اور تاکید کر دی کہ جیسے ہی اگلی پلٹنیں دشمن پر حملہ آور ہوں، وہ بھی آگے بڑھ کر یلغار کر دیں۔

لپ لپ کی فوج نے ملکہ حیرت کے لشکر سے کُچھ فاصلے پر ایک تالاب کے کنارے پڑاؤ ڈالا تھا۔ عُمرو اُس کی سمت چلا جا رہا تھا کہ حیرت کے لشکر سے خدمت گاروں کی ایک ٹولی لپ لپ کے پڑاؤ کی طرف جاتی دِکھائی دی۔ اُن سب کے سروں پر چاندی سونے کے طشت رکھے تھے جو رنگ برنگے اور موتی جڑے خوان پوشوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ عُمرو ان کے پیچھے ہو لیا۔ اِتّفاق سے ایک خادم کے پیر میں کانٹا چُبھ گیا اور وہ باقیوں سے پیچھے رہ گیا۔ عُمرو نے پیچھے رہ جانے والے خادم کو بے ہوش کر کے ایک جھاڑی کی اوٹ

میں ڈال دیا اور خُود اُس کا بھیس بنا کر خوان سر پر اُٹھائے آگے والوں سے جا ملا۔

کُچھ دیر بعد خادموں کی یہ ٹولی لپ لپ کے دربار میں تھی۔ اُنہوں نے دیکھا کہ ایک اُونچے تخت پر زر نگار مسند بچھی ہوئی ہے جس کے اوپر کِسی اِنسان کے بجائے ایک بجلی لپلپا رہی ہے، ارد گرد اور آمنے سامنے مونڈھوں اور کرسیوں پر سردار اور فوج کے افسر ادب کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ خدمت کاروں کے سردار نے اُونچے تخت کی سمت مُنہ کر کے زور سے کہا۔

"ملکہ حیرت جادُو آپ کی آج کی جنگ سے بہُت خُوش ہوئی ہیں۔ اُنہوں نے آپ کے لیے خلعت اور کُچھ تحفے بھیجے ہیں۔ مہربانی کر کے قبول فرمایئے اور ہمیں رُخصت کیجیے۔"

یہ سُنتے ہی لپ لپ بجلی تخت پر لوٹ پوٹ کے عورت بن گئی۔ لیکن اُس کا بدن بلّور سا شفّاف اور رنگت چاندنی جیسی تھی۔ اُس نے خِدمت گار کے سردار نے کہا۔ "لاؤ دِکھاؤ! ملکہ نے کیا بھیجا ہے۔"

سر دار نے اشارہ کیا۔ ایک ایک خادم تخت کے قریب جاتا، ایک ہاتھ سے تھال سنبھالتا اور دوسرے سے خوان پوش اُٹھا کر چیزیں لپ لپ کو دِکھاتا۔ عُمرو کا کام آسان ہو گیا۔ اُس نے زنبیل میں سے طِلسمی پانی کی بوتل نِکال کر چُپکے سے اپنے طشت کے خوان پوش اُٹھا کے نیچے رکھ دی۔ یہ وہی بوتل تھی جو اُس نے ہوشیار جادُو سے چھینی تھی۔ اور ہوشیار جادُو کو افراسیاب نے لشکر کے گِرد بے ہوشی کا کُنڈل کھینچنے کے لیے دی تھی۔ جیسے ہی عُمرو کی باری آئی، وہ لپ لپ کے تخت کے قریب جا پُہنچا اور بیش قیمت سنگھار کا سامان، جو اُس کے طشت میں تھا، اُسے دِکھانے لگا۔ سب چیزوں کو دیکھنے کے بعد لپ لپ نے طِلسمی پانی کی بوتل کے مُتعلق پُوچھا کہ "اِس میں کیا ہے؟"

عُمرو نے کہا۔ "یہ وہ قیمتی عِطر ہے جو ساری دنیا میں صرف ملکہ حیرت کے لیے تیّار کیا جاتا ہے۔ اِس کی خوشبو نرالی اور مدّتوں رہنے والی ہے۔"

یہ کہہ کر عُمرو نے بوتل کا ڈھکن کھول کر پھُرتی کے ساتھ طِلسمی پانی لپ لپ کے مُنہ پر چھِڑک دیا۔ لپ لپ بدحواس ہو کر اُٹھی لیکن دوسرے ہی لمحے بے ہوش ہو کر تخت پر گِر پڑی۔

عُمرو نے فوراً خنجر نکال کر نعرہ لگایا ہے۔ "میرا نام عُمرو عیّار ہے۔ اب تیرا بچنا دشوار ہے۔"

لیکن جیسے ہی وہ لپ لپ کی طرف لپکا۔ اُس کا تخت خُود بخود تیزی کے ساتھ اُٹھتا ہُوا آسمان کی طرف گیا اور پھر باغِ سیب کی طرف روانہ ہو گیا۔ سارے درباری یہ ماجرا دیکھ کر حیران رہ گئے۔ عُمرو نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور لپ لپ کے جادُو گر سرداروں پر ٹوٹ پڑا۔ تین چار جادُو گروں کو قتل کر کے اُس نے کرامتی چادر اُوڑھ لی۔ جادُو گر اُسے اِدھر اُدھر ڈھونڈنے لگے۔ عُمرو نے کرامتی چادر اُتار کر بغل میں دابی اور پھر تین چار سرداروں کو ڈھیر کر دیا۔ دربار میں بھگدڑ مچ گئی۔ اب ایک ستون کی اوٹ لے کر اُس نے گو پھن نکالا اور پتھّر مار مار کر مشعلیں اور شمعیں بجھانے لگا۔ کچھ شمعیں اور مشعلیں خیمے کے پردے پر جا گریں۔ چند ہی لمحوں بعد لپ لپ کی بار گاہ میں آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔

اِسی موقعے پر مہ رُخ کی اُن پلٹنوں نے جو موقع کی تاک میں تھیں، لپ لپ کی چھاؤنی پر ہلّا بول دیا۔ اُن کے پیچھے کی دُوسری چھ پلٹنیں بھی اُن کے ساتھ

مل گئیں۔ لپ لپ کی فوج گھبرا کر اِدھر اُدھر بھاگنے اور خُود اپنے ہی آدمیوں کو قتل کرنے لگی۔ مہ رُخ کے جادُوگروں نے سحر کے گولوں، ناریلوں، آتشیں اژدھوں اور تیروں پتھّروں کی برسات کر کے لپ لپ کی فوج کا تھوڑی ہی دیر میں صفایا کر دیا۔

ملکہ حیرت کو جب اِس شب خُون کی خبر مِلی تو اپنی فوج لے کر لپ لپ کی چھاؤنی سے دشمنوں کو نکالنے کے لیے چڑھ دوڑی۔ ملکہ مہ رُخ بھی اپنی جگہ تیّار تھی۔ جیسے ہی اُس نے حیرت کے لشکر کو حرکت کرتے خُود بھی اپنی فوج سمیت ان پر جا پڑی۔ ساری رات گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔ دونوں طرف سے جادُو کے ہتھیار چلتے رہے۔ آسمان سے آگ، پتھّر اور تیر برستے رہے۔ صبح کے وقت ملکہ حیرت نے جنگ موقوف کرنے کا نقّارہ بجوایا۔ ملکہ مہ رُخ نے بھی اپنی فوجوں کو ہاتھ روکنے کا حکم دیا۔ دونوں لشکر اپنی اپنی چھاؤنی میں واپس آ گئے۔

معلُوم ہوا کہ رات کی لڑائی میں لپ لپ کی فوج تو بالکل تباہ ہو گئی، ملکہ حیرت کی فوج کو زبردست نقصان ہوا لیکن مہ رُخ کی فوج کے صرف چند سو سپاہی

اور جادُوگر مارے گئے۔ ملکہ حیرت نے فوراً سارا حال افراسیاب کو لکھ بھیجا اور اُس سے مدد مانگی۔

اب لپ لپ کا حال سُنئے۔ اُس کا تخت اُڑ کر سیدھا باغِ سیب میں افراسیاب کے سامنے جا اُترا۔ لپ لپ کو مُردوں کی طرح تخت پر پڑا دیکھ کر افراسیاب بھونچکا رہ گیا۔ اصل معاملہ جاننے کے لیے اُس نے کتابِ سامری کھول کر دیکھی۔ لکھا تھا۔ ”عُمرو نے تیرے ہی طِلسمی پانی سے لپ لپ کو بے حال کیا ہے۔ اس کے ہم زاد تخت اُڑا کر نہ لے آتے تو عُمرو کے ہاتھوں ہلاک ہو جاتی۔ اب بھی کافی دنوں تک کام کی نہ رہے گی۔ جلد ہوش میں لا ورنہ ہاتھ سے جاتی رہے گی۔“

یہ تحریر دیکھتے ہی افراسیاب نے منتر پڑھ کر اُس کی طرف چھُو کیا۔ لپ لپ ہوش میں آ گئی۔ لیکن اُس کے ہاتھ پیر بے جان تھے۔ رنگت پھیکی پڑ گئی تھی۔ آنکھوں سے اُداسی برس رہی تھی۔ افراسیاب نے اُسے اُس کے بے ہوش ہونے کا سبب بتایا۔ شفقت کی باتوں سے اُس کا دل بڑھایا اور اپنے ملک میں جا کر کُچھ دنوں آرام کرنے کا مشورہ دے کر اُسے رُخصت کیا۔

لپ لپ چلی گئی تو افراسیاب نے سحر پڑھ کر دوسری بجلی کو، جس کا نام ناگن تھا، طلب کر کے حکم دیا۔ "ملکہ حیرت محاذِ جنگ پر تنہا ہے۔ فوراً اپنی فوج ساتھ لے اور جلد سے جلد خود کو ملکہ کی خدمت میں پُہنچا۔ لپ لپ کا حال تو سُن چکی ہے، خبر دار! تجھ سے کوئی نادانی ہونے پائے۔"

ناگن بجلی حکم کے مُطابق اپنے مُلک میں آئی اور ایک لاکھ جادُوگروں کی فوج اور اپنے بیٹے رعد جادُو ساتھ لے کر اُڑتی ہوئی محاذ کی سمت روانہ ہو گئی۔ لیکن سیدھے ملکہ حیرت کے پاس پُہنچنے کے بجائے اپنے بیٹے کے اِصرار پر اُس نے حیرت کی لشکر گاہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ایک باغ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ ایک دن ناگن کا بیٹا، رعد جادُو ضِد کر کے سیر و تفریح کے لیے نِکل آیا۔ قریب ہی ایک پہاڑ تھا جس پر ملکہ حیرت کا ایک جادُوگر سردار رہتا تھا۔ جب وہ پہاڑ کے قریب پُہنچا تو جادُوگر کے چند محافظوں نے اُسے دیکھ لیا اور دُشمن جان کر کشاں کشاں جادُوگر کے پاس لے گئے۔ انہوں نے رعد کی زبان میں سُوا پھنسا دیا تاکہ وہ اُن پر جادُو کا وار نہ کر سکے۔

اِتّفاق سے اُس طرف سے خواجہ عُمرو لشکرِ حیرت کا جائزہ لینے اور نئے آنے والے لشکر کی خبر لینے کی فکر میں چلے آرہے تھے۔ انہوں نے جو غور سے دیکھا تو سمجھ گئے کہ گرفتار نوجوان کسی اعلیٰ خاندان کا چشم و چراغ ہے۔ یہ جادُوگر اُسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کے جی میں آئی کہ اس نوجوان سے نیکی کرنی چاہیے۔ اُسے ظالموں کے قبضے سے چھُڑانا چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ پھُرتی کے ساتھ ایک درخت کی اوٹ میں جا چھُپے۔ یہاں اُس نے دیو جامہ نکال کر پہنا کہ جس کا رنگ گھڑی گھڑی بدلتا ہے۔ پھر دس ہولناک چہروں والا کتّے کا بنا ہوا سر اپنے سر پر جمایا، فاسفورس کا سفوف اُن چہروں اور اُن کی لٹکتی ہوئی زبانوں پر چھڑکا کہ شعلے سے لپکتے دِکھائی دینے لگے۔ گتّے کے کئی ہاتھ بنا کر کندھوں پر لٹکائے دیکھنے والے پر دہشت طاری ہو جائے۔

یہ ساری تیّاریاں کر کے عُمرو اُن ساحروں کے سامنے دھم سے کُودا اور نعرہ لگانے لگا۔ ''میں خُداوندِ لقا کا ملَکُ المَوت ہوں۔''

جادُوگر اپنے سامنے اچانک دس چہروں اور آٹھ ہاتھوں والے ایسے دیو کو دیکھ کر ڈر گئے جس کا لباس کبھی سیاہ نظر آتا تھا، کبھی سُرخ، کبھی سبز تو کبھی زرد

اور جس کے چہروں اور زبانوں سے چنگاریاں اور شُعلے نکلتے دکھائی دے رہے تھے۔ رعد جادُو کو پھینک کر وہ عُمرو کے قدموں پر گر گئے اور گڑگڑا کر رحم طلب کرنے لگے۔

عُمرو نے اُنہیں ٹھوکر لگاتے ہوئے کہا: "میں رعد جادُو کی جان قبض کرنے آیا ہوں۔ مگر تمہارا وقت بھی پورا ہو چکا ہے، تمہیں بھی نہیں چھوڑوں گا۔ اگر اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو نذرانہ پیش کرو۔ بغیر نذرانہ لیے میں کسی پر رحم نہیں کرتا۔"

جان بچنے کی صورت نظر آئی تو جو کُچھ بھی جس کے پاس تھا سب نِکال کر عُمرو کے قدموں پر رکھ دیا۔ عُمرو نے زنبیل سے ایک سیب نکال کر اُن کی طرف بڑھایا اور بولا۔ "یہ لو بانٹ کر کھا جاؤ۔ عُمر بڑھ جائے گی۔"

جادُوگروں نے جلدی جلدی سیب کے ٹکڑے کیے اور بے صبری کے ساتھ اپنا اپنا ٹکڑا کھا گئے۔ سیب میں دوائے بے ہوشی ملی ہوئی تھی۔ جب اُن کا دماغ چکرانے لگا تو ایک نے پوچھا۔ "اے مَلکُ المَوت ہمیں چکّر کیوں آرہا ہے۔"

عُمرو نے جواب دیا۔ "فکر نہ کرو۔ نئ زندگی چکّر کھائے بغیر نہیں ملتی۔"

جلد ہی سارے بے ہوش ہو گئے۔ عُمرو نے خنجر نِکال کر اُن کا کام تمام کیا اور نقلی سر اور ہاتھ نِکال کر زنبیل میں رکھے۔ پھر رعد جادُو کی زبان سے سُوا کھینچ لیا۔ رعد جادُو نے دل و جان سے عُمرو کا شکریہ ادا کیا اور عُمرو کے پوچھنے پر اُس نے بتایا کہ میری ماں کا نام ناگن ہے۔ وہ ایک بجلی ہے اور اپنے مُلک کی مالک ہے۔ اگر میں بے دھیان نہ ہوتا تو دنیا کا کوئی جادُو گر مجھ پر وار نہ کر سکتا۔ میں زمین میں ڈوب کر اپنے دُشمن کے پیچھے جا نِکلتا ہوں اور اِس زور سے نعرہ مارتا ہوں کہ دُشمن کا سر پھٹ جاتا ہے۔ میری ماں دُشمن پر بجلی بن کر گرتی ہے اور ہم دونوں کے آگے کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔ ہم ملکہ حیرت کی جانب سے مہ رُک اور اُس کے لشکر کو تباہ کرنے آئے ہیں۔"

یہ سُن کر عُمرو کو سخت افسوس ہوا کہ کیوں میں نے اُس کی جان بچائی۔ اب وہ اُسے باتوں ہیں لگا کر بے ہوش کرنے کی سوچنے لگا لیکن اُسی لمحے اُسے آسمان پر ناگن کی طرح بل کھاتی اور لہراتی ایک خوفناک بجلی دکھائی دی۔ عُمرو کا ماتھا ٹھنک گیا۔ جیسے ہی بجلی زمین پر ان دونوں کی طرف جھپٹی عُمرو کرامتی چادر اُوڑھ کر غائب ہو گیا۔ رعد جادُو کو عُمرو نے اپنا نام فرشتہ قُدرت بتایا تھا۔ وہ

نگاہوں سے غائب ہوا تو رعد جادُو کو یقین ہو گیا کہ واقعی وہ فرشتہ قُدرت ہی تھا۔ بجلی زمین پر گری اور لوٹ پوٹ کر عورت کی شکل اِختیار کر گئی۔ وہ رعد جادُو کی ماں ناگن تھی اور اُسے ڈھونڈنے نکلی تھی جادُوگروں کی لاشیں سامنے دیکھ کر اُس نے رعد جادُو سے دریافت کیا۔

"یہ کیا معاملہ ہے؟ تُو یہاں کیسے آگیا؟"

رعد جادُو نے سارا قصّہ اپنے گرفتار ہونے اور فرشتہ قدرت کے احسان کرنے کا بیان کیا۔ یہ سُن کر ناگن حسرت سے بولی۔

"کاش فرشتہ قدرت غائب نہ ہو گیا ہوتا! میرا دِل بیتاب ہے کہ کِس طرح اُس کے احسان کا بدلہ دُوں۔ تیری جان بچا کر اُس نے مُجھے نئ زندگی دی ہے۔ جب تک میں اُس کا شکر یہ ادا نہ کروں گی، دِل پر بوجھ رہے گا۔"

رعد جادُو نے تسلّی دیتے ہوئے کہا۔ "امی جان! بس آپ اداس نہ ہوں۔ مُمکن ہے وہ یہیں کہیں ہوں۔ میں اُنہیں پُکارتا ہوں۔"

یہ کہہ کر رعد جادُو فرشتہ قدرت کے نام سے عُمرو کو آوازیں دینے لگا۔ عُمرو نے ماں بیٹے کے درمیان ہونے والی بات چیت بڑے غور سے سُنی تھی۔ اُس

نے خیال کیا کہ شاید بہتری کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ کرامتی چادر اُتار کر وہ اُن کے سامنے آ گیا۔ ناگن بجلی اُس کے پیروں پر گر کر اِصرار کرنے لگی کہ "میرے ساتھ لشکر میں چلیے۔ میں آپ کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ میرے بیٹے کو بچا کر آپ نے مُجھے خرید لیا ہے۔ مجھے مایوس نہ کیجیے۔"

عُمرو راضی ہو گیا۔ ناگن نے جادُو کے زور سے ایک اُڑن کھٹولا پیدا کیا، عُمرو کو اُس پر بٹھایا اور رعد جادُو کو ساتھ لے کر باغ میں اپنے پڑاؤ پر جا پُہنچی۔ اُس کے حکم پر فوراً ہی جشن کی محفل آراستہ کی گئی۔ طرح طرح کے کھانے اور اعلیٰ قسم کے شربت مہیّا کیے گئے۔ سب سرداروں کے سامنے ناگن بجلی نے عُمرو کو تخت پر اپنے پہلو میں بٹھایا اور ناچ گانا شروع کرنے کا حکم دیا۔

افراسیاب اس وقت باغِ سیب میں بیٹھا اپنی عزیزہ مخمور سُرخ چشم سے باتیں کر رہا تھا۔ یکایک اُسے خیال آیا کہ ناگن بجلی کا حال معلُوم کرنا چاہیے۔ یہ نیّت کر کے اُس نے کتابِ سامری کھول کر دیکھی تو غصّے سے سُرخ ہو گیا اور مخمور سے بولا۔ "غضب ہو گیا! نمک حرام ناگن عُمرو کو برابر بٹھائے جشن منا رہی ہے۔ اُس کی خوشامدیں کر رہی ہے۔ اے مخمور! تیرے سوا جادُو کی اتنی

طاقت کِسی کے پاس نہیں کہ پلک جھپکتے میں وہاں جا پُہنچے۔ عُمرو کو غفلت میں گرفتار کرنے کا یہی موقع ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تُو جا کر یہ کام کرے اور اگر ناگن بجلی آڑے آئے تو اُسے بھی پُوری پُوری سزا دے۔"

مخمور نے اُٹھ کر افراسیاب کو سلام کیا۔ پھر کو منتر پڑھ کر زمین میں غوطہ لگایا ہے تو چند لمحوں بعد ناگن بجلی کی محفل میں اُس کے تخت کے سامنے جا کر ہی اُوپر آئی۔ عُمرو اور ناگن بجلی اُسے دیکھ کر چونک پڑے۔ مخمور نے تخت کی طرف بڑھتے ہوئے ناگن بجلی کو للکارا۔ "کیا شہنشاہ نے تُجھے اِسی لیے بھیجا تھا کہ عُمرو کو دُشمن سمجھنے کے بجائے دوست بنا کر اپنے برابر بٹھائے؟ جان کی خیر چاہتی ہے تو ابھی اپنے ہاتھوں سے گرفتار کر لے۔ ورنہ یہ کام میں خود کروں گی۔ ساتھ میں تُجھے بھی پکڑ کر لے جاؤں گی۔ شہنشاہ کا یہی حکم ہے۔"

ناگن بجلی کو سان گمان تک نہ تھا کہ وہ جسے اپنے برابر بٹھائے ہے وہ فرشتہ قدرت کے بجائے عُمرو ہے۔ پھر بھی چونکہ اُس نے اُس کے بیٹے کی جان بچائی تھی اور وہ دل سے اُس کی احسان مند تھی اِس لیے نہ چاہتی تھی کہ اُس کے محُسن کے ساتھ اُس کے سامنے کوئی بُرا سلوک ہو۔ اُس نے مخمور سے کہا۔

”ملکہ عالیہ! مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ عُمرو ہے۔ پھر بھی اِس نے مُجھ پر ایک زبردست احسان کیا ہے، میری خاطر آپ اِس وقت اِس سے کُچھ نہ کہیں۔ میں ابھی اسے رُخصت کیے کریں۔ میں نہ روکوں گی۔“

عُمرو نے طِلسمی پانی کی بوتل پہلے ہی زنبیل سے نکال کر مُٹھّی میں دبالی تھی۔ جیسے ہی مخمور تخت کے قریب پُہنچی، عُمرو نے طِلسمی پانی اُس کے منہ پر چھڑک دیا۔ مخمور مُنہ کے بل تخت کے نیچے گری اور گرتے ہی بے ہوش ہو گئی۔ عُمرو نے خنجر نِکال کر چاہا کہ ایک ہی وار میں مخمور کا کام تمام کر دے لیکن اُسی وقت ایک پنجا جھپٹا اور مخمور کو اُٹھا کر غائب ہو گیا۔ عُمرو کے اِس کارنامے سے محفل میں موجود ہر شخص کے دل میں اُس کی دھاک بیٹھ گئی۔ ناگن بجلی نے جلدی جلدی اپنے سارے زیورات اُتار کر تخت پر ڈال دیے اور ہاتھ جوڑ کر عُمرو سے کہا۔ یہ زیور نذرانے میں قبُول کیجیے اور جس قدر ممکن ہو یہاں سے جاگ جایئے۔ افراسیاب غضبناک ہو کر ضُرور کسی بلا کو بھیجے گا اور مُجھے بھی عبرتناک سزا دے گا۔ آپ جلدی سے نِکل جایئے تا کہ میں بھی کسی پناہ گاہ میں جا کر چھُپ رہوں۔“

عُمرو نے پہلے تو ناگن بجلی کا سارا زیور اٹھا کر اپنی زنبیل میں رکھا اور پھر اُسے تسلّی دیتے ہوئے کہنے لگا۔ تمہاری رگوں میں شریف ماں باپ کا خُون معلُوم ہوتا ہے۔ بہتر ہے کہ اِدھر اُدھر مارے مارے پھرنے کے بجائے میرے ساتھ چلو۔ خُدا نے چاہا تو ہم افراسیاب کے شر سے محفوظ رہیں گے بلکہ اُس کا غرور ٹھکانے لگا دیں گے۔ خُدا نخواستہ کوئی بُرا وقت آیا تو بھی سب ایک حال میں رہیں گے۔ اِس سے پہلے کہ ملکہ حیرت کو خبر ہو یا افراسیاب کوئی دوسرا لشکر بھیجے، ہمیں اپنی چھاؤنی میں پُہنچ جانا چاہیے۔ جی چاہے تو اپنے بیٹے اور وفادار سرداروں سے بھی مشورہ کرلو۔"

اس پر ناگن نے سارا معاملہ اہل مجلس کے سامنے کھول کر بیان کیا۔ سب نے عُمرو کی رائے سے اتّفاق کیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ناگن کا سارا لشکر مہ رُخ کی چھاؤنی کی طرف کُوچ کر رہا تھا۔

خاتمہ

افراسیاب باغِ سیب میں بیٹھا خیال کر رہا تھا کہ مخمور نے عُمرو کو گرفتار کر لیا ہو گا اور ناگن بجلی کے کان مروڑ رہی ہو گی۔ یہ کچھ سوچ سوچ کر وہ دل میں خوش ہو رہا تھا کہ اچانک اُس کی یہ خُوشی حیرت اور پریشانی میں بدل گئی۔ وہ طلِسمی پنجہ جو اُس نے مخمور کی حفاظت کے لیے مقرّر کیا تھا بے ہوش مخمور کو لیے ہوئے آیا اور اُس کے سامنے تخت پر لٹا دیا۔ افراسیاب نے منتر پڑھ کر مخمور کو ہوشیار کیا اور اُس سے حال معلُوم کرنے لگا۔ مخمور نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

جب میں ناگن بجلی کی محفل میں پُہنچی تو وہ عُمرو کو اپنے تخت پر بٹھائے گانا سُن رہی تھی۔ میں عُمرو کو پکڑنے کے لیے بڑھی لیکن تخت کے قریب پُہنچتے ہی جانے کیسے پانی کا ایک چھینٹا میرے مُنہ پر پڑا۔ پھر مُجھے نہیں معلُوم کیا ہُوا؟"
افراسیاب سمجھ گیا کہ یہ اُسی طلِسمی پانی کا کرشمہ ہے جو اُس نے ہوشیار جادُو کو دیا تھا اور جو اب عُمرو کے قبضے میں تھا۔ مخمور کو تسلّی دیتے ہوئے اُس نے کتابِ سامری کھول کر ناگن بجلی اور عُمرو کا حال معلُوم کیا۔ یہ جان کر اُس کا چہرہ غصّے سے سُرخ ہو گیا کہ ناگن بجلی اپنے پورے لشکر سمیت عُمرو کے ساتھ ملکہ مہ رُخ کے لشکر میں شامل ہونے کے لیے روانہ ہو رہی ہے۔ اُس نے ایک طلِسمی پُتلے کو حکم دیا چنچل بجلی جِس حال میں بھی ہو بُلا کر لے آ۔"
چند ہی لمحوں بعد چنچل بجلی عورت کے روپ میں افراسیاب کے سامنے حاضر ہو گئی۔ افراسیاب نے ناگن بجلی کی غدّاری کا حال بیان کیا۔ اور اُسے حکم دیا۔
"جس قدر جلد مُمکن ہو اپنی فوج سمیت محاذِ جنگ پر پہنچ جا۔ ہو سکے تو ناگن بجلی کو مہ رُخ کے پاس پُہنچنے سے پہلے ہی گرفتار یا ہلاک کر۔ میں تُجھے چھُوٹ

دیتا ہوں۔ جا کر دُشمن کے لشکر میں ایسی تباہی مچا کہ پھر کِسی کو غدّاری اور نمک حرامی کا حوصلہ نہ ہو سکے۔"

چنچل بجلی افراسیاب سے رُخصت ہو کر پلک جھپکتے میں اپنے مُلک میں آئی، ایک لاکھ جادُوگروں کا تیّار لشکر ساتھ لیا اور طلِسمی بادلوں پر سوار ہو کر دِن نکلتے نکلتے ملکہ حیرت کی لشکر گاہ میں جا پہنچی۔ ملکہ حیرت نے اس کا شایانِ شان اِستقبال کیا اور اپنے سرداروں کو حکم دیا کہ اُس کی فوج کے لیے ڈیرے خیمے لگائے جائیں اور کھانے پینے کا بندوبست کیا جائے۔

چنچل بجلی نے ہاتھ جوڑ کر ملکہ سے کہا۔ "ہمیں جنگ کی اجازت دیجیے۔ ہم دُشمن سے نمٹ کر ہی اپنی کمر کھولیں گے۔ فی الحال کھانے پینے اور ڈیرے خیموں کی کوئی ضرورت نہیں۔"

چنچل نے زیادہ اصرار کیا تو ملکہ حیرت نے اُسے جنگ کی اجازت دے دی۔ چنچل اپنی فوج کو لے کر میدانِ جنگ میں آئی اور اپنی صفوں سے آگے نِکل کر مہ رُخ کے لشکر کو جوڑ بھیجنے کے لیے للکارنے لگی۔ یکے بعد دیگرے مہ رُخ کی فوج کے کئی نامور جادُوگر اُس کے مُقابلے پر آئے لیکن کوئی بھی اُس کے

سامنے سے زندہ بچ کر نہ جا سکا۔ جیسے ہی کوئی جادُوگر اُس پر جادُو کے ناریلوں، انڈوں یا ماش کے دانوں وغیرہ سے آگ پتھر برسانا چاہتا وہ فوراً عورت سے بجلی بنتی اور آسمان پر تڑپ کر اُس کے سر پر جا گرتی۔ دُوسرے ہی لمحے دُشمن جادُوگر خاک و خون میں لوٹتا دِکھائی دیتا اور اُس کے ہم زاد اُس کی موت کا اِعلان کرتے سُنائی دیتے۔ آٹھ نامور جادُوگروں کے مارے جانے کے بعد مہ رُخ کے لشکر سے کوئی بھی اُس کے مُقابلے کے لیے نہ نکلا۔ یہ دیکھ کر اُس نے اپنی فوج کو دُشمن پر ٹوٹ پڑنے کا اشارہ کیا۔ ساتھ ہی خود بھی بجلی بن کر آسمان پر چمکنے اور مہ رُخ کی فوج پر پے در پے گرنے لگی۔

مہ رُخ، شکیل، بہار، فرمانیہ، کاکل کُشا اور دُوسرے جادُوگروں نے چنچل بجلی کے حملوں کو روکنے اور اُس کی فوج کے جادُوگروں کے آتشیں اژدھوں سے بچاؤ کرنے کی زبردست تدبیریں کیں۔ طِلسمی بادل، ڈھالیں اور سائبان استعمال کیے۔

اسد غازی کے جانثار سپاہیوں نے زبردست جوابی حملے کیے، دشمن کی فوج کے صدہا جادُوگر اور سپاہی مار گرائے لیکن چنچل کے حملوں کا توڑ کسی سے نہ ہو

سکا۔ ہزاروں جادُوگر اور سپاہی مہ رُخ کے لشکر کے ہلاک اور لاتعداد زخمی ہوئے۔ قریب تھا کہ مہ رُخ کی فوج کے قدم اُکھڑ جاتے کہ اچانک ایک سمت سے ایک زبردست فوج نقّارے بجاتی نعرے لگاتی نمودار ہوئی۔ دونوں جانب کے سپاہی ہاتھ روک کر اُس لشکر کو دیکھنے لگے۔

مہ رُخ کے لشکر پر دہشت طاری ہو گئی کہ افراسیاب کا بھیجا ہوا کوئی تازہ دم لشکر اُن کے مُقابلے کے لیے آیا ہے۔ جان بچانا یا بھاگنا اب مُشکل ہے۔ لیکن جوں ہی اُن کی نظر اُس تخت پر پڑی جو لشکر کے آگے آگے تھا، اُن کے چہرے خوشی سے کھِل اُٹھے۔ بلّوریں جسم اور چاندنی جیسی رنگت والی ایک عورت کے برابر اُس تخت پر خواجہ عُمرو بیٹھے ہوئے تھے۔

مہ رُخ کے لشکر نے زور دار نعرے لگا کر عُمرو کا اِستقبال کیا۔ مہ رُخ، شکیل، بہار، فرمانیہ، کاکل کُشا اور دوسرے سرداروں نے آگے بڑھ کر عُمرو کی پیشوائی کی۔ عُمرو نے اُن سے ناگن بجلی، اُس کے بیٹے رعد جادُو اور دوسرے سرداروں کا تعارف کرایا۔ ناگن بجلی نے ملکہ مہ رُخ کے قدموں پر ہاتھ رکھ

کر اِطاعت کا اظہار کیا اور درخواست کی کہ ”آپ اپنی فوج کو پیچھے ہٹا لیں۔ چنچل بجلی اور اُس کی فوج سے اب میں نمٹوں گی۔“

مہ رُخ نے بہت کہا کہ تم ہماری مہمان ہو، اِتنی دُور سے آ رہی ہو، دو ایک دن آرام کرو۔ لیکن وہ نہ مانی۔ لاچار مہ رُخ کو اُس کی بات ماننی پڑی۔

اِس عرصے میں چنچل بجلی نے بھی اپنی فوج کی صفیں پھر سے درست کر لی تھیں اور میدان میں کھڑے ہو کر بڑے غرُور کے ساتھ ناگن بجلی کی فوج کی نقل و حرکت دیکھ رہی تھی۔ چند لمحوں بعد ناگن بجلی میدان میں نکلی اور چنچل کو للکارنے لگی۔ چنچل فوراً نعرے لگاتی اُس کے سامنے آ گئی۔ کُچھ دیر تک دونوں ایک دوسرے پر جادُو کے ناریلوں، انڈوں اور ماش کے دانوں کے وار کرتی رہیں لیکن کِسی کا کوئی وار کسی پر کارگر نہ ہو سکا۔ غصّے میں آ کر دونوں زمین پر لوٹ پوٹ کر بجلی بن گئیں اور تڑپ تڑپ کر ایک دوسرے سے اُلجھنے لگیں۔ کُچھ دیر بعد دونوں اُڑیں اور بادلوں میں ایک دوسرے کے پیچھے بھاگنے لگیں۔ کبھی ناگن چنچل کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی اور نگاہوں کو چکاچوند کر دینے والے شعلوں کی جھڑی لگا دیتی، کبھی چنچل ناگن کو جکڑ لیتی اور بھسم

کر دینے والے شرارے چھوڑنے لگتی لیکن دونوں میں سے کوئی بھی کسی کی گرفت میں پل بھر سے زیادہ نہ رہنے پاتا۔

میدانِ جنگ میں دونوں جانب کی فوجوں کے سارے لوگ دانتوں میں اُنگلیاں دبائے آسمان پر ہونے والی دو خوفناک بجلیوں کی یہ حیرت ناک جنگ دیکھتے رہے۔ حتیٰ کہ بجلیوں کی مسلسل چمک سے اُن کی نگاہیں خیرہ ہونے لگیں۔ دھماکوں اور کڑک سے کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ اتفاق سے چنچل نے ناگن کو مضبوطی سے جکڑ لیا۔ ناگن نے بڑے بل کھائے مگر نِکل نہ سکی۔ چنچل اُسے قابو میں رکھنے کے لیے اپنا سارا زور صرف کرنے لگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں اپنے آپ کو زیادہ دیر بادلوں میں نہ رکھ سکیں اور الجھتی ہوئی نیچے زمین پر آ گریں۔ سارے دیکھنے والوں میں سے ایک رعد جادُو کے سوا کسی کو یہ اندازہ نہ ہو سکا کہ ان میں ناگن بجلی کون ہے اور چنچل بجلی کون سی ہے۔ دونوں ایک ہی جیسی لگتی تھیں۔ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ دونوں جانب کی فوجیں اس عجیب و غریب لڑائی کا انجام معلوم کرنے کی منتظر تھیں۔

دونوں بجلیاں زمین پر بھی ایک دوسرے سے اُلجھی ہوئی مچل رہی تھیں۔ لیکن اُن کی حرکتیں دم بہ دم سست ہوتی جا رہی تھیں۔ اچانک رعد جادُو نے زمین میں غوطہ لگایا اور دونوں بجلیوں کے پیچھے جا کر نمودار ہوا۔ اُوپر اُبھرتے ہی اُس نے پوری قوّت سے ایسی خوفناک آواز نکالی کہ دُشمن کے لشکر کے جتنے چھوٹے جادُوگر قریب تھے سب کے سر پھٹ گئے اور جو بڑے جادُوگر تھے بے ہوش ہو گئے۔ چنچل بجلی بھی اُس آواز کی ہیبت برداشت نہ کر سکی، آواز سُنتے ہی بے ہوش ہو گئی اور عورت کے روپ میں آ گئی۔ ناگن بجلی نے فوراً خود کو اُس سے الگ کیا اور خود بھی لوٹ پوٹ کر عورت بن گئی۔ یہ دیکھ کر ناگن اور مہ رُخ کی فوج کے حوصلے بلند ہو گئے۔ چنچل کی فوج پریشان ہو گئی۔ چنچل کے محافظوں کا ایک دستہ اُسے بچانے کے لیے آگے بڑھا لیکن اِس سے پہلے ہی ناگن نے اُس کا کام تمام کر دیا۔

اِس کے بعد میدانِ جنگ میں جو کُچھ ہوا اُس جنگ کے بجائے شکار کہنا زیادہ مناسب ہے۔ چنچل کی فوج کو بھاگنے کی بھی مُہلت نہ ملی۔ اسد غازی کے بہادر سپاہیوں نے اُس پر ہر طرف سے ہلّا بول دیا۔ مہ رُخ اور ناگن کے جادُوگر اُس

پر آتشیں تیروں، زہریلے سانپوں اور بڑے بڑے پتھّروں کا مینہ برسانے لگے۔ کسر تو مہ رُخ، شکیل، فرمانیہ، کاکل کشا اور بہار جادُو نے بھی نہ چھوڑی۔ مگر ناگن اور اُس کے بیٹے رعد جادُو کا جوش دیکھنے کے قابل تھا۔ اور بجلی بن کر ناگن دُشمن کی صفوں کی صفیں جلا کر خاک کر رہی تھی اور نیچے رعد جادُو کی گرج سینکڑوں کی کھوپڑیاں پاش پاش کر رہی تھی۔

آخر کار میدان دشمنوں سے صاف ہو گیا۔ لاشوں کے علاوہ چنچل کے لشکر کا کوئی نشان باقی نہ بچا۔

ملکہ مہ رُخ نے یہ دیکھ کر واپسی کے نقّارے بجوائے۔ لڑنے والے فاتحانہ شان سے چھاؤنی میں واپس آئے۔ ناگن بجلی اور اُس کی فوج کے لیے خیموں کا ایک شان دار شہر تیّار کیا گیا۔ سب کے لیے اچھے اچھے کھانوں کا انتظام کیا گیا اور رات کو فتح کا جشن منانے کا اہتمام کیا گیا۔ جشن کی محفل میں ناگن اور اُس کے بیٹے رعد جادُو سے سب بڑی محبّت اور عزّت کے ساتھ پیش آئے۔ اُن کی خاطر عُمرو نے اپنے ناچ گانے کے نمونے دکھائے اور ایسے ایسے لطیفے سُنائے کہ ہنستے ہنستے سب کے پیٹوں میں بل پڑ گئے۔ محفل کا یہ رنگ دیکھ کر کسی کو

وہم بھی نہ ہو سکتا تھا کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کے محبوب سپہ سالار اور بادشاہ دونوں کو چند ہی دِنوں پہلے قید کر دیا گیا ہے اور جن کے دل اُن کی یاد اور رہائی کی فکر میں ہر وقت بے چین رہا کرتے ہیں۔

خیر اُنہیں تو فی الحال اُن کے محال پر چھوڑیے اور کُچھ کوہِ عقیق کی سرحد کے حالات معلوم کیجیے۔ یہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ حسینہ جادُو نے وہاں پُہنچ کر نقشہ ہی بدل ڈالا ہے۔ امیر حمزہ ویرانے کے ایک کنویں میں قید کیے جا چکے ہیں۔ ان کے کئی نامور سردار میدانِ جنگ سے گرفتار ہو چکے ہیں اور اُن کے فرزند ہاشم تیغ زن حسینہ جادُو کے سحر میں مُبتلا ہو کر دُشمن کے دوست اور دوستوں کے دُشمن بن چکے ہیں۔ اب آگے کا حال سُنیے۔

امیر حمزہ کی گرفتاری کے دوسرے دن حسینہ جادُو نے چاہا کہ شہزادہ ہاشم اور اپنی فوج کو ساتھ لے کر امیر کے لشکر پر ہلّا بول دے اور سعد بن قباد کو قتل یا گرفتار کر لے مگر بختیارک شیطان نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا کہ "جلد بازی سے کام نہ لے۔ شہزادہ عَلَم شاہ اپنے باپ حمزہ کی جگہ سپہ سالار ہے۔ طاقت

اور شجاعت میں باپ کا ہم پلّہ ہے۔ اُس کے ہوتے امیر کے لشکر کا قتل آسانی سے نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا جس طرح بن پڑے اُسے ٹھکانے لگا یا اپنے پھندے میں پھنسا۔"

یہ بات حسینہ جادُو کے دل کو لگی۔ وہ تن تنہا اپنے لشکر کی صفوں سے باہر نِکلی اور شہزادہ عَلَم شاہ کو مُقابلے کے لیے للکارنے لگی۔ شہزادہ عَلَم شاہ کی آنکھوں میں خُون اُتر آیا۔ سعد بن عباد نے ہر چند اُسے روکا لیکن اپنے باپ اور بھائی کے دُشمن کو میدانِ جنگ میں دیکھ کر وہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا۔ تلوار کھینچ کر دم کے دم میں اُس کے سامنے جا پُہنچا لیکن حسینہ جادُو نے منتر پڑھ کر اُس کی طرف پھُونک ماری تو اُس کی مت ماری گئی اور وہ اُسے دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔ اُسے بالکل یاد نہ رہا کہ وہ کِس کے سامنے ہے اور لشکر سے کس ارادے سے نِکلا ہے۔ یہ رنگ دیکھ کر حسینہ نے ایک اور منتر پڑھ کر شہزادے کی طرف پھُونکا اور کہنے لگی۔ "پیارے شہزادے! کیا تم مُجھ سے لڑنے آئے ہو؟"

شہزادہ جادُو کے اثر سے ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا، تلوار کو میان میں رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں تو تمہارا غلام بننے کے لیے آیا ہُوں۔“حسینہ نے مُسکرا کر پُوچھا۔ ”مجھ سے شادی کرو گے ؟“عَلَم شاہ نے فوراً کہا۔ ”اِس کے علاوہ اب مجھے دنیا کی کِسی چیز کی خواہش نہیں۔“

یہ دیکھ کر حسینہ جادُو نے کڑکتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”میں تمہاری یہ خواہش پوری کروں گی۔ لیکن مہر میں سعد بن قباد کا سر ابھی اور اِسی وقت چاہتی ہوں۔“

”مجھے منظور ہے۔“شہزادہ عَلَم شاہ نے جوش سے کہا اور تلوار کھینچ لی۔ حسینہ جادُو بولی۔ ”جاؤ! اپنا وعدہ پورا کرو، میں تمہارا انتظار کروں گی۔“

یہ سُنتے ہی شہزادہ عَلَم شاہ نے گھوڑے کو موڑا اور اپنے لشکر کے قریب پُہنچ کر تلوار لہراتے ہوئے کہنے لگا۔ ”اے لوگو! کان کھول کر سُن لو۔ میں نے حسینہ جادُو سے نکاح کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اُس کے مہر میں مُجھے بادشاہ سعد بن قباد کا سر دینا ہے۔ اگر تم میرے وفادار ہو تو میرا ساتھ دو۔ ورنہ میں حسینہ سے کیا ہوا وعدہ پورا کروں گا۔“

شہزادہ عَلَم شاہ میں اچانک یہ حیرت انگیز تبدیلی دیکھ کر سارے لشکر میں سنّاٹا چھا گیا۔ سب لوگ حیرت کے ساتھ ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگے۔ بادشاہ سعد بن قباد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ امیر حمزہ کے بیٹوں، پوتوں، سرداروں اور پہلوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

”دوستو! شاید خدا ہم سے ناراض ہو گیا ہے۔ جبھی یہ دن دِکھا رہا ہے کہ گوشت سے ناخن جُدا ہو رہا ہے۔ بہر حال، میں اُس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اُس کی مرضی کے آگے سر جھکاتا ہوں۔ بہتر ہے کہ اپنے لشکر کو آپس میں ہی کٹنے سے بچاؤں۔ عَلَم شاہ کے سامنے جا کر اپنا سر پیش کروں۔ تم سب کو چاہیے کہ میرے بعد بھی آپس میں اتفاق سے رہو۔ اور صبر کے ساتھ امیر حمزہ کی واپسی کا انتظار کرو۔“

یہ کہہ کر بادشاہ نے اپنا گھوڑا طلب کیا۔ لیکن امیر حمزہ کے بیٹوں، پوتوں اور سرداروں نے اُنہیں گھیر لیا اور لندھور بن سعدان نے عرض کیا۔ ”حضور صبر کریں۔ اِتنی جلدی نہ کریں۔ شہزادے عَلَم شاہ کی اِس روش پر ہماری عقل حیران ہے۔ یا تو وہ پاگل ہو گیا ہے یا دشمن کے بہکانے میں آ گیا ہے۔ بہتر

ہے کہ حضور کے بجائے ہم میں سے کوئی ایک اُس کے پاس جائے اور اُسے سمجھائے بجھائے۔ بات بن جائے تو ٹھیک ورنہ ہم ہر گز اُسے آپ تک نہ پُہنچنے دیں گے۔ گھیرے میں لے کر گرفتار کرلیں گے۔

بادشاہ سعد بن قباد نے ایک گہری سانس لی اور لندھور سے فرمایا۔ "اچھی بات ہے۔ جیسی آپ لوگوں کی مرضی۔ آپ بھی جا کر شہزادے کو سمجھایئے۔ دادا جان کے بعد وہ آپ ہی کی سب سے زیادہ عزّت کرتا ہے۔ ممکن ہے کام بن جائے۔"

بادشاہ کی اس رائے کو سب نے بہتر سمجھا۔ لندھور نے ادب سے سر جھکایا۔ اپنے ہاتھی کو آگے بڑھایا اور لشکر کی آخری صف سے نِکل کر شہزادہ عَلَم شاہ کے پاس جا پہنچا۔ عَلَم شاہ کی بدلی ہوئی نگاہیں دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بھرائی ہوئی آواز میں اس نے کہا۔

"شہزادے! یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ ہمارے امیر کے فرزند ہیں۔ اُن کے جانشین اور لشکر کے سالار ہیں۔ آپ تو دُشمن سے مُقابلہ کرنے کے لیے نِکلے تھے۔ یکایک کیسے بدل گئے؟ کسی سے کوئی شکایت پیدا ہو گئی ہو تو فرمایئے۔

میں آپ کو یقین دِلاتا ہوں، جو آپ چاہیں گے وہی ہو گا۔ خُدا کے لیے غصّہ دُور کیجیے۔ دُشمن یلغار کرنے پر تُلا کھڑا ہے۔ پہلے اِس سے نمٹنے کی فِکر کیجیے۔ دوستوں کے دل ویسے ہی ٹوٹے ہوئے ہیں۔ خُدارا انہیں۔۔۔۔!"

"لندھور!" شہزادہ عَلَم شاہ اُس کی بات کاٹ کر گرجا۔ "بکواس بند کرو۔ مجھے بادشاہ کا سر چاہیے۔"

لندھور کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نِکلے۔ اِس سے پہلے شہزادہ عَلَم شاہ نے کبھی اُس کے ساتھ ایسی سختی سے بات نہ کی تھی۔ وہ پھر بڑی محبّت اور خُوشامد سے شہزادے کو سمجھانے لگا۔ لیکن اس پر شہزادے کا غصّہ جنُون کی حد کو جا پُہنچا۔ اُس نے اپنا گھوڑا چمکایا اور رکابوں پر کھڑے ہو کر تلوار کا ایک روز دار ہاتھ لندھور کے شانے پر مارا۔ لندھور نے ڈھال سامنے کر دی۔ بس اُس کے بعد دونوں کے درمیان کشمکش شروع ہو گئی۔

شہزادہ بڑھ بڑھ کر وار کرتا تھا اور لندھور جوابی حملہ کرنے کے بجائے صرف اپنا بچاؤ کرتا تھا۔ یہ رنگ دیکھ کر عَلَم شاہ کا فرزند شہزادہ قاسم نامور بہادروں کا ایک جتھّا لے کر لشکر سے نِکلا اور عَلَم شاہ کو چاروں طرف سے گھیرے میں

لے کر اُس پر کمندیں پھینکنے لگا۔ اِس پر حسینہ جادُو نے بھی شہزادہ ہاشم اور اپنی ساری فوج کو ہلا بول دینے کا حکم دے دیا۔

دیکھے ہی دیکھتے میدانِ جنگ میں تباہ کاری کا بازار گرم ہو گیا۔ دونوں لشکر بپھری ہوئی خوفناک موجوں کی طرح ایک دوسرے کو روند ڈالنے کی کوشش کرنے لگے۔ اس کشمکش سے شہزادہ عَلَم شاہ اور شہزادہ ہاشم نے بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ امیر حمزہ کے لشکر کا کوئی بھی سپاہی انہیں زخمی کرنا نہ چاہتا تھا اور صرف اپنا بچاؤ کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس لیے اُن کی پیش قدمی کسی کے روکے نہ رُک سکی۔ دو مختلف سمتوں سے ان دونوں بہادروں نے صدہا وفاداروں کو خاک و خون میں مِلاتے ہوئے بادشاہ سعد بن قباد کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ حسینہ جادُو اور اُس کے ساحروں کے جادُوئی ہتھیار لشکرِ امیر پر قیامت ڈھانے لگے۔

کہیں آسمان سے آگ برس رہی تھی تو کہیں زمین سے شعلے نکل رہے تھے، کہیں طوفان تہلکہ مچائے ہوئے تھا۔ آخر کار اپنوں کی مار اور دُشمنوں کی

جادُوئی یلغارہ نے لشکرِ امیر میں افراتفری پیدا کر دی۔ صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ کتنے ہی لوگ بدحواس ہو کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔

بادشاہ سعد بن قباد یہ حالات دیکھ کر جوش میں آ گئے۔ تخت سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہُوئے۔ دونوں ہاتھوں میں دو شمشیریں لیں اور ہر طرف بھاگ دوڑ کر لشکر کو سنبھالنے اور خیر خواہوں کا دل بڑھانے لگے۔ تھوڑی ہی دیر کی جدوجہد میں لشکر نے پھر قدم جما لیے بلکہ غیرت مند سُورما آگے بڑھ بڑھ کر اُن پر حملے کرنے لگے۔ شہزادہ عَلَم شاہ اور ہاشم کی پیش قدمی اُنہوں نے روک دی۔ دونوں شہزادے غضبناک ہو کر اپنی راہ روکنے والوں پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے مگر گھوڑے سے گھوڑا اور ڈھالوں سے ڈھالیں ملا کر وہ اِس طرح جم گئے تھے کہ ٹس سے مس نہ ہوتے تھے۔ اِکّا دُکّا سوار مارا جاتا یا اس کا گھوڑا زخمی ہو جاتا تو دوسرا فوراً اُس کی جگہ سنبھال کر خلا کو پُر کر دیتا۔

شہزادہ عَلَم شاہ اِس صورت حال کو زیادہ دیر دیر برداشت نہ کر سکا۔ اُس نے نعرہ لگا کر دُوسری تلوار بھی نکال لی اور گھوڑے سے چھلانگ لگا کر دونوں ہاتھوں سے اپنے مُقابل سواروں اور اُن کے گھوڑوں پر تلواریں برسانے لگا۔

محافظ سواروں کو بادشاہ نے سختی سے تاکید کر دی تھی کہ "خبر دار! عَلَم شاہ کو نقصان نہ پہنچنے دینا۔" چنانچہ جُوں ہی شہزادہ پیادہ ہو کر اُن حملہ آور ہوا، انہوں نے اِس ڈر سے کہ کہیں شہزادہ اُن کے گھوڑوں سے کُچلا نہ جائے۔ گھوڑوں کو اِدھر اُدھر پٹا کر اُن کے ہے جگہ پیدا کر دی۔ اِس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے شہزادہ عَلَم شاہ محافظوں کی صفیں چیرتا ہوا تیر کی طرح بادشاہ سعد بن قباد کے قریب جا پُہنچا۔ بادشاہ محبت کے ساتھ اُس کی طرف بڑھا لیکن جواب میں عَلَم شاہ نے اُس پر دونوں تلواروں تابڑ توڑ حملے کرنے شروع کر دیے۔ بادشاہ نے اپنے آپ کو بچانے کی بڑی کوشش کی لیکن صرف بچاؤ کرنے کی وجہ سے آخر کار وہ زخمی ہو کر گھوڑے پر بے ہوش ہو گیا۔ محافظوں کا ایک جتھّا یہ دیکھ کر شہزادہ عَلَم شاہ پر ٹوٹ پڑا اور اس پوری جنگ میں پہلی بار شہزادے کو اپنا بچاؤ کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اس عرصے میں محافظ بادشاہ کو میدانِ جنگ سے نکال لے گئے اور قریبی پہاڑوں کے ایک محفوظ مقام پر پُہنچ کر اس کے علاج کی فکر کرنے لگے۔ بادشاہ کو غائب دیکھ کر لشکر کے

سپاہیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ ان میں سے لڑتے بھڑتے ہوئے اور کُچھ بد حواس ہو کر بھاگتے ہوئے پہاڑوں میں جا کر چھُپ گئے۔

دُشمنوں نے امیر حمزہ کے لشکر میں خُوب لوٹ مار مچائی حسینہ جادُو نے امیر حمزہ کی مشہور بار گاہِ سلیمانی پر قبضہ جمایا اور دونوں شہزادوں اور اپنے لشکر کے ساتھ فتح کے نقّارے بجاتی لقا کی خدمت میں واپس ہوئی۔ اس موقع پر اُس نے بختیارک کے مشورے پر شہزادہ ہاشم تیغ زن کو گرفتار کر کے امیر حمزہ کے دوسرے سرداروں کے ساتھ قید کر دیا اور شہزادہ عَلَم شاہ سے نکاح کرنے کا اعلان کیا۔ لقا کے اشارے پر سلیمان عنبریں نے اپنے سرداروں کو ان کی شادی کے انتظامات کرنے کا حکم دیا اور خوش ہو کر سارا حال افراسیاب کو لکھ بھیجا۔

افراسیاب باغِ سیب میں ناچ گانے سے دل بہلا رہا تھا کہ ایک طلِسمی پُتلے نے حاضر ہو کر اُسے ملکہ حیرت کا ایک خط پیش کیا۔ اس میں ناگن بجلی کی غدّاری اور چنچل بجلی اور اُس کے لشکر کی بربادی کا تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد

شہنشاہ سے مدد بھیجنے کی درخواست کی گئی تھی۔ خط پڑھتے ہی افراسیاب نے محفل برخاست کرنے کا اشارہ کیا۔

اسی لمحے اس کے کانوں میں کوہ عقیق کی سرحد پر رکھے ہوئے نقّارے کی آواز گونجنے لگی۔ وہ سمجھ گیا کہ سلیمان عنبریں کوئی خط پیش کرنا چاہتا ہے۔ اس نے ایک طلِسمی پنجے کو اُس کا خط لانے کا اشارہ کیا اور سوچنے لگا کہ اب کی مہ رُخ کے مقابلے پر کسے بھیجا جائے؟

کچھ دیر بعد سوچ بچار کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ دھماکا بجلی اس مُہم کے لیے موزوں رہے گی۔ لیکن اِس فیصلے کے مطابق ابھی وہ کسی طلِسمی پُتلے کو دھماکا بجلی کو حاضر کرنے کا حکم نہ دے پایا تھا کہ کوہِ عقیق کی سمت جانے والا طلِسمی پنجہ سلیمان عنبریں کا خط لے کر حاضر ہو گیا۔ افراسیاب نے دھڑکتے ہوئے دل سے خط ہاتھ میں لیا اور کھول کر پڑھنے لگا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اس میں حسینہ جادُو اور اُس کے لشکر کی تباہی کا ذکر کر کے مدد طلب کی گئی ہو گی۔ لیکن خط کی عبارت ختم کرتے کرتے اس کا چہرہ خُوشی سے تمتما اُٹھا۔ اس نے دھماکا بجلی کو

طلب کرنے کا خیال ملتوی کر دیا اور اپنے جادُو گر وزیر باغبانِ قدرت کو بُلا کر کہنے لگا۔

”جمشید سامری اور خُداوند لقا کی عنایت سے میری نحوست کے دن گُزر گئے۔ دُشمنوں کے اقبال کا سُورج غروب ہو گیا۔ امیر حمزہ کئی دِن سے ایک اندھے کنوئیں میں بند ہیں۔ اُن کے نامور سردار حسینہ جادُو کی قید میں ہیں۔ امیر کا جانشین بیٹا عَلَم شاہ حسینہ جادُو کے جادُو میں گرفتار ہے۔ بادشاہ سعد بن قباد زخمی ہو کر پہاڑوں میں روپوش ہو گیا ہے۔ اِدھر طلِسم ظاہر کے محاذ پر بھی دشمن اندر سے کھوکھلا ہو چکا ہے۔ باغیوں کی بادشاہ مہ جبیں اور سپہ سالار غازی گُنبدِ کے طلِسم خانے میں بند ہیں۔ ایسی حالت میں بس ایک عُمرو ہے جو ہمارے لیے دردِ سر بنا ہوا ہے۔ وہ ہمارے قابو میں آ گیا تو پھر ہر طرح قصّہ پاک ہے۔ باقی لوگ یا تو ہتھیار ڈال دیں گے یا جا کر پہاڑوں سے سر پھوڑیں گے۔ چنانچہ اب اِسی وقت جا اور جِس طرح بن پڑے مہ رُخ کے لشکر سے عُمرو کو اُٹھا لا۔ دُوسروں کو اِس مہم پر بھیجنا میرے نزدیک وقت خراب کرنا ہے۔“

افراسیاب کا یہ حکم سُنتے ہی باغبانِ قدرت اُڑتا ہوا لشکر مہ رُخ کی سمت روانہ ہو گیا۔ مہ رُخ کے لشکر میں آدھی رات تک فتح کا جشن منایا گیا تھا۔ اس کے بعد سب لوگ جا کر اپنے اپنے خیموں میں سو گئے تھے۔ دن بھر سخت جنگ نے اُنہیں تھکا کر چور کر دیا تھا۔ بستر پر لیٹتے ہی کسی کی ہوش نہ رہا۔

عُمرو کو کھٹکا لگا ہوا تھا کہ ناگن بجلی کو باغی بنانے اور چنچل بجلی کو ہلاک کروانے کے سبب کہیں افراسیاب غفلت میں کوئی کارروائی نہ کر بیٹھے۔ چنانچہ اس نے ایک جادُوگر قیدی کو بے ہوش کر کے اور اس کی صُورت ہو بہو اپنی جیسی بنا کر اپنے بستر پر لِٹا دیا اور خُود ایک خدمت گار کے روپ میں خیمے کے باہر فرش پر پڑ رہا۔ باغبانِ قدرت اُڑتا ہوا اُس کے خیمے میں آیا اور نقلی عُمرو کو باندھ کر لے گیا۔ جاتے وقت اُس نے جادُو پڑھ کر سارے لشکر کو ہوشیار کیا اور اُوپر اُڑتے ہُوئے للکارا۔

”میں افراسیاب کا وزیر باغبانِ قدرت ہوں۔ عُمرو کو لئے جاتا ہوں۔ ہمّت ہو تو چھڑا لو۔“

سارے لشکر میں کُہرام مچ گیا۔ مہ رُخ، شکیل، بہار جادُو، فرمانیہ، کاکل کشا اور دُوسرے بُہت سے جادُوگروں نے طرح طرح کے وار باغبانِ قدرت پر کیے مگر وہ بچ کر صاف نکل گیا۔

افراسیاب نقلی عُمرو کو دیکھ کر بُہت خُوش ہوا۔ لیکن جب اُس کی بے ہوشی دُور ہوئی تو وہ افراسیاب سے فریاد کرنے لگا۔ افراسیاب نے کتابِ سامری کھول کر دیکھی اور حقیقت معلوم کرکے وہ باغبانِ قدرت پر برس پڑا کہ وہ اصلی کے بجائے نقلی عُمرو پکڑ کر لایا ہے۔ باغبانِ قُدرت نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا۔

"حضور! میں کوئی عیّار تو نہیں کہ اصلی نقلی عُمرو کی شکل کا جو آدمی ملا میں اُسے اُٹھا لایا۔ اس میں میرا کیا قصور؟"

افراسیاب نے کہا۔ تو ٹھیک کہتا ہے۔ واقعی عیّار کو عیّار ہی پہچان سکتا ہے۔ تیری طرح میں بھی اس نقلی عُمرو کو اصلی عُمرو سمجھ کر خوش ہو گیا تھا۔

اس کے بعد افراسیاب نے صرصر عیّارہ کو بُلا کر حکم دیا۔ "میں چوبیس گھنٹے کے اندر اندر عُمرو کو اپنے سامنے بندھا ہُوا دیکھنا چاہتا ہُوں۔ یاد رکھ! اگر اس میں

ناکامی ہوئی تو ہرگز تُجھے جیتا نہ چھوڑوں گا۔ میرا ایک طِلسمی پُتلا تُجھے اسی وقت مہ رُخ کے لشکر کے قریب پہنچا دے گا۔ کام ختم کر کے جھٹ پٹ واپس آنا تیرے ذمّے ہے۔"

صرصر نے پکا وعدہ کیا۔ اس پر افراسیاب کے اِشارے پر ایک پُتلا اُسے دِن نکلتے نکلتے لشکر مہ رُخ کے قریب چھوڑ آیا۔ صرصر نے ایک خادمہ کا بہروپ بھرا اور جا کر ملکہ مہ رُخ کی کنیزوں اور خادماؤں میں گھُل مِل گئی۔ دوپہر کا کھانا کھا کر ملکہ آرام کرے گی۔ اسی موقع پر ملکہ کے پاؤں دباتے دباتے صرصر نے اُسے بے ہوش کر دیا۔ پھر ایک گٹھڑی میں اُسے باندھ کر مسہری کے نیچے چھُپا دیا اور خُود ملکہ مہ رُخ بن کر لیٹ رہی۔

تیسرے پہر خادماؤں نے آکر اُسے جگایا تو اُس نے اُنہیں توشہ خانے سے ایک بڑا صندوق لانے کا حکم دیا۔ صندوق آگیا تو اُس نے خادماؤں کو باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ مہ رُخ کو مسہری کے نیچے سے نکال کر صندوق میں بند کیا۔ اُس پر مُہر لگائی اور کنیزوں کو بُلا کر کہا۔ "یہ صندوق لے جا کر مال خانے میں رکھوا دو۔ داروغہ کو ہدایت کر دینا کہ خبر دار! اِسے میرے سوا کوئی نہ کھولے۔"

جھٹ پٹے کے وقت اُس نے عُمرو کو طلب کر کے کہا۔ ”خواجہ جی! افراسیاب آئے دن لشکر بھیجتا رہتا ہے اور لشکر گاہ کے نہ کوئی حصار ہے نہ دیوار۔ میں چاہتی ہوں کہ کُچھ نہیں تو کم از کم ایک گہری خندق ضرور اس کے اِرد گرد کھدوا کر پانی سے بھر دی جائے۔ کسی دوسرے سے یہ بات کہی جائے گی تو خواہ مخواہ اس کا دل چھوٹا ہو گا۔ سمجھے گا کہ ملکہ دُشمن سے ڈرنے لگی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم تُم اِس وقت گھوم پھر کر لشکر کے اِرد گِرد کا جائزہ لیں اور مناسب خیال کریں تو یہ کام شروع کرادیں۔

عُمرو نے نقلی مہ رُخ کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ دونوں لشکر گاہ سے نکل گئے۔ کُچھ دیر اِدھر اُدھر گھومنے پھرنے کے بعد موقع پا کر نقلی مہ رُخ نے عُمرو کو بے ہوش کر دیا اور گٹھڑی بنا کر دریائے خُونِ رواں کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔ آدھی رات سے پہلے پہلے وہ دھوئیں کا پُل پار کر کے طِلسم باطن کی حد میں داخل ہو گئی۔ اس کے بعد افراسیاب کے پاس باغِ سیب میں پُہنچنے میں اُسے زیادہ دیر نہ لگی۔ عُمرو کو دیکھتے ہی شہنشاہ افراسیاب کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جوش میں آ کر اس نے صرصر کو اپنے گلے میں پڑا ہوا نو لکھّا ہار

بخش دیا اور وزیروں کو حکم دیا کہ طلِسم ہوش رُبا کے سارے بادشاہوں کو دو دِن کے اندر حاضِر ہونے کا حکم دیا جائے۔ عُمرو کو اُن سب کے سامنے آگ میں جلایا جائے گا۔ ایک خط اُس نے اپنے ہاتھ سے لقا کو لِکھا اور اُس سے درخواست کی کہ بختیارک کو بھیجا جائے تاکہ عُمرو کو اُسی کے ہاتھوں الاؤ میں لایا جائے۔ یہ خط لکھ کر اُس نے اپنی خاص پیغام بر خُمار جادُو کے حوالے کیا اور تاکید کی کہ جلد سے جلد یہ خط خداوند لقا کے حضور پہنچایا جائے۔

صُبح ہوتے ہی باغِ سیب کے باہر ایک کُشادہ میدان کے بیچ میں عُمرو کو ایک طلِسمی پنجرے میں بند کر کے ایک ستون سے لٹکا دیا گیا۔ ستون کے اِرد گرد لکڑیاں چُن دی گئیں اور میدان کے چاروں طرف تماشائیوں کے بیٹھنے کے لیے اُونچی نشست گاہیں تیّار کرنے کا کام شروع کر دیا گیا۔

پھر کیا ہوا؟

یہ جاننے کے لیے طلِسم ہوش رُبا کا چھٹا حصّہ "عُمرو کی رہائی" پڑھیے۔